مختصر تعارف

تحریک وہابیت

از

مولانا فروغ احمد اعظمی مصباحی

صدر المدرسین علیمیہ، جمدا شاہی، ضلع بستی

جمعیت اشاعتِ اہلسنت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر کراچی

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان کی سرگرمیاں

ہفت واری اجتماع :۔

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان کے زیر اہتمام ہر پیر کو بعد نماز عشاء تقریباً ۱۰ بجے رات کو نور مسجد کاغذی بازار کراچی میں ایک اجتماع منعقد ہوتا ہے جس سے مقتدر و مختلف علمائے اہلسنت مختلف موضوعات پر خطاب فرماتے ہیں۔

مفت سلسلہ اشاعت :۔

جمعیت کے تحت ایک مفت اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہے جس کے تحت ہر ماہ مقتدر علمائے اہلسنت کی کتابیں مفت شائع کر کے تقسیم کی جاتی ہیں۔ خواہش مند حضرات نور مسجد سے رابطہ کریں۔

مدارس حفظ و ناظرہ :۔

جمعیت کے تحت رات کو حفظ و ناظرہ کے مختلف مدارس لگائے جاتے ہیں جہاں قرآن پاک حفظ و ناظرہ کی مفت تعلیم دی جاتی ہے۔

درس نظامی :۔

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان کے تحت رات کے اوقات میں درس نظامی کی کلاسیں بھی لگائی جاتی ہیں جس میں ابتدائی پانچ درجوں کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔

کتب و کیسٹ لائبریری :۔

جمعیت کے تحت ایک لائبریری بھی قائم ہے جس میں مختلف علمائے اہلسنت کی کتابیں مطالعہ کے لیے اور کیسٹیں سماعت کے لیے مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ خواہش مند حضرات رابطہ فرمائیں۔

مختصر تعارف

تحریک وھابیت

از

مولانا فروغ احمد اعظمی مصباحی

صدر المدرسین علیمیہ، جمد اشاہی، ضلع بستی

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر کراچی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

اَلصَّلوٰةُ وَ السَّلَامُ عَلَيۡكَ يَا رَسُوۡلَ اللّٰه ﷺ

نام کتاب : (مختصر تعارف) تحریک وہابیت

مصنف : مولانا فروغ احمد اعظمی مصباحی

ضخامت : 56

تعداد : 2000

سن اشاعت : جولائی 2004ء

مفت سلسلہ اشاعت : 123

☆☆ ناشر ☆☆

جمعیت اشاعت اہلسنّت

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی۔ فون: 2439799

فہرست

تعارف مصنف

﴿ایک نظر میں﴾

از:- حضرت مولانا محمد نظام الدین قادری علیمی مصباحی

تاریخی نام: محمد فروغ (۱۳۷۸ھ)

نام ونسب: فروغ احمد اعظمی بن ممتاز احمد بن مولوی محمد قمر الدین اعظمی اشرفی بن محمد شفیع بن دین محمد

خاندانی ماحول: دینی، مذہبی، والدگرامی الحاج ممتاز احمد مکمل تیس برس تک شمس العلوم گھوسی کی نظامت کے عہدے پر فائز رہے۔

نانیہالی رشتہ: شیخ العلماء حضرت مولانا غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمہ (نانا)، فقیہ اعظم ہند حضرت مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمہ (ماموں)

تاریخ پیدائش: شوال ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹۵۹ء/ (درج اسناد تاریخ پیدائش: ۵/دسمبر ۱۹۶۲ء)

مولد: محلہ کریم الدین پور، گھوسی، ضلع مئو

تعلیم: ناظرہ (گھریلو تعلیم)، پرائمری وعربی فارسی تا مولویت (شمس العلوم گھوسی)، عالمیت وفضیلت (الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ)

اساتذۂ کرام: ناظرہ: جحن خدیجہ خاتون صاحبہ

پرائمری: ماسٹر محمد ابوالحسن صاحب، ماسٹر عبدالرزاق صاحب، ماسٹر محمد صوفی صاحب (اساتذۂ پرائمری شمس العلوم گھوسی)

عربی، فارسی وغیرہ: ماسٹر محمد ایوب صاحب، مولانا فداء المصطفیٰ

صاحب، مولانا سیف الدین صاحب شمسی، مولانا محمد عاصم صاحب اعظمی، مولانا عبدالمنان صاحب کلیمی، مولانا ابواللیث صاحب اعظمی مجددی، مولانا قمر الدین صاحب قمر اشرفی اور مولانا حاجی شفیق احمد صاحب عزیزی (اساتذۂ عربی و فارسی شمس العلوم گھوسی)

مولانا اعجاز احمد صاحب مبارکپوری، مولانا یسین اختر صاحب مصباحی، مولانا افتخار احمد صاحب قادری، مولانا نصیر الدین صاحب، مولانا عبدالشکور صاحب، مولانا عبداللہ خاں صاحب عزیزی، علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری، مولانا محمد شفیع صاحب اعظمی علیہ الرحمہ، مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی، مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمہ (اساتذۂ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور)

فراغت: ۱۹۸۳ء الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

اسناد: ادیب، ادیب ماہر، ادیب کامل (جامعہ اردو علی گڑھ)، منشی، منشی (ہندی)، کامل، مولوی، عالم، فاضل ادب، فاضل دینیات، فاضل طب (امتحانات عربی فارسی بورڈ الہ آباد)، فاضل علوم اسلامیہ (الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور)

عقد مسنون: ۲۸/مارچ ۱۹۸۶ء، ہمراہ حامدہ خاتون بنت انعام الحق صاحب مرحوم گھوسی۔

اولاد: تین لڑکے: فرحان احمد غازی، محمد کامران انس، ابوقحافہ محمد عفان۔

چار لڑکیاں: سعیدہ رباب، مریم زیبا، آسیہ خاتون، ناجیہ خاتون۔

تدریس: بعد فراغت سے تا حال: دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی۔

اعزازات ومناصب: (۱) صدر شعبۂ ادب: دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

(۲) صدرالمدرسین: دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی، ۴؍ جنوری ۲۰۰۱ء سے

(۳) بانی رکن: کہکشاں لائبریری شمس العلوم گھوسی

(۴) بانی رکن: المجمع النورانی جمدا شاہی بستی

(۵) صدر سابق: ٹیچرس ایسوسی ایشن مدارس عربیہ اترپردیش بستی

(۶) رکن: دارالمصنفین (مجلس برکات مبارکپور)

(۷) ہندوستان کے مختلف نمایاں دینی تعلیمی اداروں بشمول الجامعۃ الاشرفیہ سے منصب تدریس کی پیش کش

علمی وقلمی خدمات: (۱) زمانۂ طالب علمی سے لے کر اب تک ملک کے طول وعرض میں شائع ہونے والے مضامین

(۲) "الشمس" سالانہ میگزین شمس العلوم کی ادارت

(۳) ترجمہ "فتنۃ الوہابیۃ"

(۴) ترجمہ "التوسل بالنبی"

(۵) ترجمہ "صور من حیاۃ الصحابۃ"

(۶) "قادیانیت اور تحریک تحفظ ختم نبوت"

(۷) شرح عربی "المعلقات السبع"

(۸) تحریک وہابیت

(۹) "الشباب الاسلامی" سالانہ عربی میگزین کی ادارت

(۱۰) فتاویٰ امجدیہ، تذکرہ علماء گھوسی اور دیگر کچھ اہم کتب کی تدوین وترتیب میں خصوصی تعاون

(۱۱) جامعۃ البنات شمس العلوم گھوسی اور دارالعلوم علیمیہ کی نصاب سازی

شوق ومشغلہ: تدریس، تصنیف وتالیف، اشاعتی وعلمی اداروں کا تعاون، شعر گوئی، بزرگوں کے آستانوں پر حاضری

شرف بیعت: مجاہد ملت حضرت مولانا محمد حبیب الرحمٰن صاحب قادری علیہ الرحمہ

خلافت: فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد صاحب امجدی علیہ الرحمہ

اجازت حدیث: (۱) مفسر قرآن حضرت علامہ مبین الدین صاحب محدث امروہہ رحمۃ اللہ علیہ

(۲) بحرالعلوم حضور مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ شیخ الحدیث شمس العلوم گھوسی وسابق شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

(۳) شرف ملت حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب قبلہ شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، پاکستان

نوٹ: حضرت شرف ملت نے ان تمام علوم دینیہ تفسیر، حدیث، فقہ، عقائد وتصوف کی اجازت دی ہے، جن کی اجازت شرف ملت کو مشائخ کرام سے حاصل ہے۔

پیش لفظ

از:- حضرت مولانا مفتی محمد اختر حسین قادری علیمی
مفتی و استاذ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لک الحمد یا اللہ وعلیک الصلوۃ والسلام یا رسول اللہ

کچھ عرصہ قبل راقم الحروف نے غیر مقلدین کی جانب سے نکلی ایک کتاب کارد ازالۂ فریب کے نام سے لکھا تھا بحمدہ تعالیٰ وہ کتاب چھپ کر اہل علم تک پہونچ چکی ہے خدا کرے کہ غیر مقلدین اپنی ضد اور ہٹ دھرمی سے باز آئیں اور امت مسلمہ کے شیرازہ کو مزید نہ بکھیریں۔

ازالۂ فریب کا مقدمہ لکھنے کے لئے میں نے استاذ محترم ادیب شہیر حضرت مولانا فروغ احمد اعظمی مصباحی صدرالمدرسین دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی سے کہا حضرت مصباحی صاحب نے راقم کی خواہش پر ازراہ عنایت بڑی دلچسپی سے ایک گرانقدر مقدمہ سپرد قلم فرمایا اس مقدمہ کو جب حضور فقیہ ملت مخدوم معظم حضرت مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ نے ملاحظہ کیا تو فرمایا اسے الگ سے کتابی شکل میں بھی شائع ہونا چاہئے۔

خدائے ذوالجلال کا کرم وفضل ہے کہ حضور فقیہ ملت قدس سرہ کی تمنا کو پایۂ تکمیل تک پہونچانے کے لئے صاحب مقدمہ کے شاگرد رشید مولانا محمد سعید نورانی علیمی صاحب نے ضلع کبیر نگر کے ایک مخیر اور صاحب ثروت جناب الحاج محمد عبدالعزیز نظامی صاحب کو اس کی اشاعت کے لئے تیار کرلیا چنانچہ انہیں حضرات کے تعاون سے یہ مقدمہ رسالہ کی شکل میں آپ کے سامنے ہے۔

جناب محمد عبدالعزیز نظامی صاحب کے سینے میں ملت اسلامیہ کی تعمیر وترقی اور اس کی فلاح و بہبود کے لئے ایک دھڑکتا ہوا دل ہے جو برابر قوم وملت کے لئے متحرک رہتا ہے اسی دل میں خطیب البراہین حضرت صوفی نظام الدین صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی عقیدت وارادتمندی کا سمندر موجزن ہے اور اکابرین اسلام سے الفت ومحبت کا چراغ بھی جل رہا ہے اس وقت اپنے مرشد گرامی کی علمی وروحانی یادگار جامعہ حضرت صوفی نظام الدین قصبہ لہرولی بازار کی آبیاری میں سیٹھ صاحب اپنا سب کچھ لگائے ہوئے ہیں (موصوف کی مذہبی دلچسپی کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے حضرت اعظمی صاحب کی جملہ تصانیف کو شائع کرنے کا ذمہ لے لیا ہے۔) اللہ تعالیٰ ان کے مال واولاد اور علم وعمل میں برکت بخشے اور ایمان وسنیت میں پختگی عطا فرمائے (آمین)

میری کتاب ازالۂ فریب چونکہ غیر مقلدین کے رد میں ہے اس لئے کتاب کی مناسبت سے حضرت اعظمی صاحب نے وہابیت وغیر مقلدیت کی پیدائش اور عروج وارتقاء سے لے کر عالم اسلام پر اس تحریک کے نتائج واثرات تک کا بڑی سلیقہ مندی سے جائزہ لیا ہے اور اس کے معمولات وعقائد، افکار ونظریات اور امت مسلمہ وسواد اعظم سے علمی وفکری بغاوت وانحراف اور علماء اسلام پر افتراء وبہتان تراشی کی مذموم حرکات کو نہایت ذمہ داری اور خوش اسلوبی سے تحریر کا جامہ پہنایا ہے۔

حضرت اعظمی صاحب کا انداز تحریر بڑا ہی شستہ وسنجیدہ اور علمی ہوتا ہے جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں اس کے تمام گوشوں کو اپنے مخصوص اسلوب بیان میں پیش کر کے قلمکاری کا حق ادا کر دیتے ہیں ابھی سال بھر قبل ان کی ایک کتاب قادیانیت اور تحریک تحفظ ختم نبوت عالم اسلام کی آفاقی تنظیم آل ورلڈ اسلامک مشن نے ہالینڈ سے شائع کر کے مفت تقسیم کی ہے جسے علمی طبقہ میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی یونہی مختلف موضوعات پر متعدد مقالات و مضامین ملک کے موقر رسائل واخبارات کی زینت بن چکے ہیں اور تاہنوز یہ سلسلہ جاری ہے مزید برآں خود اعظمی صاحب ملک کے طول وعرض میں ہونے والے علمی وتحقیقی

سیمیناروں میں شرکت فرماتے رہتے ہیں، موصوف کی انہیں خوبیوں کی بدولت ان کے اساتذہ کرام بھی ان پر بہت کرم فرماتے ہیں مرکز تربیت افتاء اوجھا گنج کے بانی حضرت فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ بھی اپنی خصوصی نظر عنایت سے نوازتے اور مرکز تربیت افتاء کے بعض اہم کاموں کی ذمہ داری بھی سونپ دیتے تھے آپ نے انہیں ازراہ کرم نوازی سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ امجدیہ کی خلافت واجازت بھی عطا فرمائی مولیٰ تعالیٰ ان بزرگوں کے فیوض سے عالم اسلام کو مستفیض فرمائے اور راہ حق کے متلاشی کے لئے اس رسالہ کو منارۂ نور بنائے آمین بحرمة النبی الکریم علیہ و علی آلہ الف الف صلاۃ وتسلیم

محمد اختر حسین قادری علیمی

خادم الافتاء والتدریس دار العلوم علیمیہ جمداشاہی بستی

۱۷؍ذیقعدہ ۱۴۲۲ھ

یکم؍فروری ۲۰۰۲ء

تحریک وہابیت

آغاز، عروج وارتقاء اور عقائد ونظریات

یہود ونصاریٰ اور اسلام

یہود ونصاریٰ دونوں اسلام دشمن طاقتیں ابتدائے اسلام ہی سے کبھی کھل کر اور کبھی چھپ کر اسلامی وحدت پارہ پارہ کرنے اور مسلمانوں کی شوکت وقوت ختم کرنے کے مختلف طریقے اپناتی رہی ہیں۔ یہ طاقتیں کبھی بھی اس سے غافل نہیں رہیں۔

اس مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے دولت وثروت اور اقتدار وحکومت کا بھی سہارا لیا ہے اور اپنی قوم کی بہن بیٹیوں کی عزت وآبرو کی نیلامی کا بھی، اس کے لئے انہوں نے بے پناہ دولت وثروت بھی خرچ کی، اقتدار وحکومت کا لالچ بھی دیا ہے اور اقتدار وحکومت چھینا بھی ہے، انہوں نے اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے جس قدر بھی طریقے اپنائے ان سب میں کامیاب رہے۔ لیکن سب سے بڑی کامیابی انہیں جس طریقے سے ملی وہ طریقہ یہ تھا کہ انہوں نے مسلمان علماء اور حکمرانوں کی شکل میں مسلمانوں کی صف میں کچھ ایسے غلط عناصر داخل کردیئے۔ یا پیدا کردیئے جنہوں نے مسلم ومحقق اور معمول ومقبول عقائد ونظریات میں شکوک وشبہات پیدا کئے اور صاحب اقتدار بن کر اندر ہی اندر اسلامی اقتدار کی جڑیں کھودیں اور اسلام ومسلمانوں کو زبردست نقصان پہونچایا جس کے نتیجہ میں اسلامی حکومتیں کمزور ہوکر ختم ہوتی رہیں۔ اور اسلام میں نئے نئے فرقے پیدا ہوتے رہے۔

اس کامیاب سازشی طریقے کی واضح ترین مثال جزیرۃ العرب میں محمد بن عبدالوہاب نجدی اور آل سعود، تحریک وہابیت، اور مملکت سعودیہ عربیہ ہے۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی جیسے یہود وفرنگ کے ایجنٹ علماء سو نے مستند اسلامی اصولی وفروعی عقائد ونظریات کے خلاف بے شمار نئے عقائد ونظریات کورواج دیا اورانہیں مسلمانوں میں پھیلا کر مسلمانوں کے ایمان وعقیدے کو متزلزل اور مشکوک بنا دیا۔ جس کے نتیجے میں مسلمان نظریاتی وفکری اعتبار سے متحد نہ رہ سکے اوران کا ملی شیرازہ بکھر گیا، وہ فرقہ بندی کا شکار ہوگئے اور دولت عثمانیہ کا خاتمہ ہوگیا۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے ان نئے افکار وخیالات کوابن تیمیہ نے لیا اوراسے اپنا فکری امام بنایا۔

ابن تیمیہ کا تعارف:

ابن تیمیہ کا پورانام تقی الدین احمد ہے، مگراس نے اپنی کنیت ابن تیمیہ سے شہرت پائی۔ ۶۶۱ھ مطابق ۱۲۶۳ء میں حران ترکی میں پیدا ہوا۔ سات سال کی عمر میں دمشق شام ہجرت کرگیا۔ اور وہیں حفظ قرآن کیا۔ اور مذہبی تعلیم مکمل کی پھر دمشق ہی میں درس وافتاء کا کام شروع کیا۔ یہی جگہ اس کا میدان عمل بنی۔ جب اس کے نئے نئے دینی نظریات سامنے آنے لگے تواس دور کے علماء نے اس کی جم کرسرکوبی کی۔

جب اس کا یہ باطل نظریہ سامنے آیا کہ ”رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی زیارت کے لئے سفر کرنا ناجائز بلکہ سفرِ معصیت ہے“۔ تو قسانی اخنائی مالکی نے سلطان ناصر مصر کودرخواست دی کہ ابن تیمیہ کواس بے ادبی کی وجہ سے قتل کرادیا جائے، اس محضر نامہ پراور علماء نے بھی تائیدی دستخط کئے، نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان ناصر نے ابن تیمیہ کو دمشق کے قلعہ میں قید کردیا اور جمعہ ۱۰رشعبان ۷۲۶ھ کو دمشق کی جامع مسجد میں شاہی اعلان سنایا گیا کہ ابن تیمیہ کوانبیاء کی قبروں کی زیارت سے منع کرنے پر قید کی سزادی جاتی ہے۔ آئندہ سے وہ کوئی فتویٰ نہیں دے سکتے۔

(امام ابن تیمیہ محمد یوسف کوکنی ص: ۵۶۴، ۵۶۵)

دوسال بعداسی قید خانے میں ۷۲۸ھ میں دمشق میں فوت ہوگیا۔

ابن تیمیہ کہنے کوتو حنبلی المذہب تھا، مگرصحیح معنوں میں تقلید کا مخالف تھا عالم اورذہین تو

بہت بڑا تھا۔ مگر طبیعت میں آزادی اور جدت تھی۔ علم وذہانت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، مگر سلامتیِ فکر ونظراوراصابت رائے کی توفیق میسر نہ ہوتو علم وذہانت، زحمت ومصیبت بن جاتے ہیں۔ اس لئے علماء اسلام کی روش سے ہٹ کر اس نے بہت سی فکری ونظریاتی بدعتیں ایجاد کیں۔ اور کئی ایک مسائل میں قرآن وحدیث، سنت وشریعت اور اجماع اُمت سے اختلاف کیا جس کا بروقت مسکتِ جواب بھی دیا گیا۔ مشہور مؤرخ ابن بطوطہ نے ابن تیمیہ کو جنونی اورفاتر العقل عالم کہا ہے۔

امت سے اختلاف:

شاہ ابوالحسن زید فاروقی نے ابن تیمیہ کے اختلافی مسائل کی درجہ بندی کرتے ہوئے شماریاتی جائزہ لیا ہے، لکھتے ہیں:

> ”ان (ابن تیمیہ) کے اختلافی مسائل چار درجات کے ہیں۔ (۱) پہلا درجہ ان مسائل کا ہے کہ ابن تیمیہ نے اپنے امام احمد بن حنبل کے مشہور قول کو چھوڑا اور غیر مشہور قول کو لیا ہے، ایسے چھبیس مسائل ہیں۔ (۲) دوسرا درجہ ان مسائل کا ہے جن میں ابن تیمیہ نے اپنے امام کی تقلید چھوڑی ہے اور باقی تین اماموں میں سے کسی امام کے قول کو اختیار کیا ہے۔ اور ایسے سولہ مسائل ہیں۔ (۳) تیسرا درجہ ان مسائل کا ہے جن میں چاروں اماموں کے مذہب کو چھوڑا ہے اورایسے سترہ مسائل ہیں۔ (۴) چوتھا درجہ ان مسائل کا ہے جن میں انہوں نے جمہور کے مسائل چھوڑا ہے، انہوں نے اُمت کے اجماع کی قدر نہیں کی ہے اورایسے انتالیس مسائل ہیں۔
>
> تیسرے اور چوتھے درجہ کے مسائل (۱۷+۳۹=۵۶ مسائل) کی وجہ سے علماء امت آپ کے مسلک سے بےزار ہوئے ہیں۔ یہ چھپن (۵۶) مسائل ارشار نبوی ”علیکم بالسواد الاعظم“ (بڑی جماعت کا اتباع کرو) اور ”اتبعوا السواد

الاعظم فانه مَنْ شذّ شذّ فی النار ''(بڑی جماعت کی پیروی اپنے اوپر لازم کرو جو تنہا رہا تنہا جہنم میں گیا)۔کی وعید میں آرہے ہیں، ان مسائل میں چاروں مذاہب (فقہ) کے علماء آپ کے اختیار کردہ مسائل سے بے زار ہیں۔

(مقدمہ زیارت خیر الانام ترجمہ شفاء السقام، ص:۷، ۸)

ابن تیمیہ کے عقائد:

ابن تیمیہ کے کچھ عقائد علامہ ابن حجر مکی شافعی، ہیثمی [متوفی ۹۷۴ھ] نے علامہ تاج الدین سبکی [متوفی ۷۷۱ھ] کے حوالے سے نقل کئے ہیں:

جن مسائل میں ابن تیمیہ نے خرق اجماع کیا ہے، ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) حالت حیض میں اور جس طہر میں ہمبستری کی ہے طلاق نہیں واقع ہوتی۔

(۲) نماز اگر چھوڑ دی جائے تو اس کی قضاء واجب نہیں۔

(۳) حالت حیض میں بیت اللہ کا طواف کرنا جائز ہے اور کوئی کفارہ نہیں۔

(۴) تین طلاق سے ایک ہی طلاق پڑتی ہے۔

(۵) تیل وغیرہ پتلی چیزیں چوہا وغیرہ کے مرنے سے نجس نہیں ہوتیں۔

(۶) بعد ہمبستری غسل کرنے سے پہلے رات میں نفل پڑھنا جائز ہے، اگر چہ شہر میں ہو۔

(۷) جو شخص اجماع امت کی مخالفت کرے اسے کافر و فاسق نہیں کہا جائے گا۔

(۸) خدائے تعالیٰ کی ذات میں تغیر و تبدل ہوتا ہے۔

(۹) اللہ تعالیٰ جسم والا ہے، اس کے لئے جہت ہے اور وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا ہے۔

(۱۰) خدائے تعالیٰ بالکل عرش کے برابر ہے، نہ اس سے چھوٹا ہے نہ بڑا۔

(۱۱) جہنم فنا ہو جائے گا۔

(۱۲) انبیاء کرام علیہم السلام معصوم نہیں ہیں۔

(۱۳) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی مرتبہ نہیں ہے۔

(۱۴) ان کو وسیلہ بنانا حرام ہے۔

(۱۵) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا گناہ ہے۔

(۱۶) ایسے سفر میں نماز میں قصر جائز نہیں۔

(فتاویٰ حدیثیہ، ص:۱۱۶)

وہابیت کا فکری بانی ابن تیمیہ حرانی ہے:

ابن تیمیہ سے پہلے اس طرح کے نئے عقائد یکجا کسی اور کے یہاں نظر نہیں آئے، لہذا مجموعی طور پر ان باطل عقائد کی بدعت کا موجد یہی ہے۔اس کے یہی تفردات بعد میں وہابیت کے بنیادی عقائد بنے اور اسے انہیں کی بناء پر جمہور علماء اُمت اور چاروں مذاہب کے فقہاء، نیز متکلمین اور صوفیاء نے بدمذہب و گمراہ قرار دیا اور ان کا خوب رد و ابطال کیا۔حتی کہ ابن تیمیہ کو قید بھی جھیلنی پڑی۔

علامہ ابن حجر الجوہر المنظم میں لکھتے ہیں:

''ابن تیمیہ کے وہ خرافات (عقائد) جن کا قائل اس سے پہلے کوئی عالم نہیں تھا اور جن کی وجہ سے وہ مسلمانوں کے درمیان آفت و مصیبت بن گیا، ان میں ایک یہ ہے کہ اس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مدد طلب کرنے اور آپ کو وسیلہ بنانے کے عقیدے سے انکار کیا۔''

(المعلومات النافعہ قسم ۲، ص:۲۷۳، از:-علامہ احمد جودت پاشا)

کم و بیش انہیں نظریات کو محمد بن عبدالوہاب نجدی نے اختیار کر کے ان کی تبلیغ و اشاعت کی، محمد بن عبدالوہاب سے پہلے ابن تیمیہ کے شاگرد ابن قیم اور بعد میں قاضی شوکانی نے ہر چند کہ ابن تیمیہ کی فکری ہمنوائی کی ہے، اور اس مشن کو آگے بڑھانے کی کوشش کی ہے، لیکن جس سرگرمی کے ساتھ محمد بن عبدالوہاب نے اس نئی فکر کو مسلمانوں پر تھوپا اور قبول کرنے کے لئے

مجبور کیا، یہاں تک جنگ وجدال اور قتل سے بھی باز نہیں آیا ہے وہ صرف محمد بن عبدالوہاب نجدی کا حصہ ہے۔

اس لئے اب ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ وہابیت کا فکری بانی ابن تیمیہ ہے۔ اور اس فکر کا معمار وعلمبردار اور عملی بانی محمد بن عبدالوہاب نجدی ہے، اور اس کی غیر معمولی محنت ودلچسپی اور سرگرمی کی وجہ سے یہ غیر اسلامی تحریک اسی کے نام پر ''تحریک وہابیت'' کہلائی، اور اس کے ماننے والوں کو ''وہابی'' کہا گیا۔

علماء اسلام اور ابن تیمیہ:

ابن تیمیہ کے ہم عصر اور بعد کے علماء حق نے اس کا بھرپور رد کیا۔ ابن تیمیہ کا زمانہ جلیل القدر ائمہ علماء کا زریں دور تھا۔ انہیں علماء میں تقی الدین ابن تیمیہ حرانی کے معاصر علامہ ابوالحسن علی تقی الدین سبکی (ولادت ۶۸۳ھ وفات ۷۵۶ھ) بھی ہیں، جو اپنے وقت کے شیخ الاسلام تھے، اور بڑے سنجیدہ اور ٹھنڈے دل ودماغ کے عالم تھے، آپ نے مسئلہ طلاق میں ابن تیمیہ کا رد لکھا۔ وہ ابن تیمیہ کی نظر سے گذرا، تو اس نے آپ کی تعریف کی۔ اور لکھا ہے کہ سبکی اپنے اَقران میں ممتاز ہیں۔ آپ نے زیارت روضۂ اطہر کے جواز اور کار ثواب ہونے پر ابن تیمیہ کے رد میں ''شفاء السقام'' کے نام سے مشہور کتاب لکھی۔ جو اردو میں بھی دستیاب ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی (وفات ۸۵۲ھ) نے ''فتح الباری'' شرح بخاری میں علامہ بدرالدین عینی حنفی نے ''عمدۃ القاری'' شرح بخاری میں، علامہ ابن ہمام حنفی (وفات ۶۸۱ھ) نے ''فتح القدیر'' شرح ہدایہ میں ابن تیمیہ کا خوب رد کیا ہے۔

علامہ شہاب الدین ابن حجر ہیتمی شافعی مصنف فتاویٰ حدیثیہ (متوفی ۹۷۴ھ) ابن تیمیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''ابن تیمیہ ایسا شخص ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اسے نامراد کیا اور گمراہ فرما دیا۔ اور اس کو اندھا، بہرا بنا دیا۔ اور اس کو ذلت سے دوچار کیا۔ اور ان باتوں کی تصریح

ان اماموں نے کی ہے جنہوں نے اس کے احوال کے فساد اور اس کے اقوال کے جھوٹ کو ظاہر کیا ہے۔''

جو شخص ان باتوں کا تفصیلی علم حاصل کرنا چاہتا ہے اسے لازم ہے کہ وہ اس امام کے کلام کا مطالعہ کرے جس کی امامت وجلالت پر سب علماء کرام کا اتفاق ہے۔ اور جو مرتبہ اجتہاد پر فائز ہے۔ یعنی علامہ ابوالحسن تقی الدین علی سبکی رحمۃ اللہ علیہ۔ اور ان کے فرزند علامہ عبدالوہاب تاج الدین سبکی اور شیخ امام عزالدین بن جماعہ اور ان کے ہم عصر شافعی، مالکی، حنفی کی کتابوں کو پڑھے...... ابن تیمیہ کے بارے میں یہی عقیدہ رکھا جائے کہ وہ بدمذہب، گمراہ، دوسروں کو گمراہ کرنے والا اور حد سے تجاوز کرنے والا ہے۔ خدائے تعالیٰ اس سے انتقام لے اور ہم سب لوگوں کو اس کی راہ اور اس کے عقیدوں سے اپنی پناہ میں رکھے، آمین!

ابن تیمیہ نے اسلاف امت حتیٰ کہ صحابۂ کرام اور خلفاء راشدین پر بھی بیجا تنقیدیں اور کھلی گستاخیاں کی ہیں، علامہ ابن حجر مکی نے لکھا ہے:

(ابن تیمیہ کا خیال ہے کہ) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین سو سے زائد غلط فتوے دیئے۔ (فتاوی حدیثیہ، ص:۱۰۰)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے ابن تیمیہ کا یہ قول تحریر کیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ زرپرست تھے۔ (الدررالکامنہ، ج:۱، ص:۱۵۵)

علامہ احمد جودت پاشا لکھتے ہیں:

''ابن تیمیہ کہتا ہے کہ ''مذاہب (فقہ) کے ائمہ نے بعد میں دین کے اندر اپنی رائیں داخل کر دی ہیں''۔ نیز فرماتے ہیں کہ ایک حنبلی عالم نے لکھا ہے کہ ''ابن تیمیہ مذاہب (اربعہ) کی تقلید نہیں کرتا تھا'' (المعلومات النافعہ قسم ۲، ص: ۲۶۸،۲۷۶)

غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی نے بھی ابجد العلوم میں لکھا ہے کہ ابن تیمیہ تقلید کا قائل نہیں تھا۔

وہابیت اور جزیرۃ العرب

وہابیت کا عملی بانی محمد بن عبدالوہاب نجدی:

وہابی مکتب فکر کی فکری بنا تقی الدین احمد بن تیمیہ حرانی (ولادت ۶۶۱ھ/۱۲۶۳ء متوفی ۷۲۸/۱۳۲۸) نے ڈالی پھر کئی صدیوں کے بعد انگریزی سازش کا شکار ہو کر محمد بن عبدالوہاب نجدی (ولادت ۱۱۱۱ھ/۱۶۹۹ء یا ۱۱۱۵ھ/۱۷۰۳ء متوفی ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۲ء) نے جزیرۃ العرب میں ابن تیمیہ کے "فکری ہیولیٰ" کو "صورت" بخشی اور "وہابیت" کا پیکر تیار ہوا۔ امیر درعیہ محمد بن سعود نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کو وہابی فکر کی عمارت تعمیر کرنے میں سیاست و اقتدار کے ذریعہ ہر ممکن تعاون دیا امیر مذکور نے ۱۱۵۹ھ میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کی اطاعت کی، اس کے بعد نجدی دعوت نجد میں اور جزیرۂ عرب کے مشرقی حصوں میں عمان تک پھیل گئی۔

امام عبداللہ بن عیسیٰ بن محمد صنعانی نے ۱۲۱۸ھ میں تحریر کردہ اپنی کتاب "السیف الھندی" میں لکھا ہے: "محمد بن عبدالوہاب، عبدالعزیز نجدی کے محلہ میں فروکش ہوا، عبدالعزیز نے بیعت کی اور وہاں کے لوگ اس کے مددگار ہوئے، ان لوگوں نے "درعیہ" کے قرب و جوار کی بستیوں میں اپنا مسلک پھیلایا۔ جب محمد بن عبدالوہاب کے ساتھ ایک قوی جماعت ہوگئی تو یہ قانون نافذ کردیا کہ جو شخص غیر اللہ کو آواز دے یا کسی نبی یا فرشتے یا عالم کا وسیلہ لے وہ مشرک ہے، اس کا ارادۂ شرک ہو یا نہ ہو" [مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان، ص:۱۶، از: شاہ ابوالحسن زید فاروقی]

علامہ ابن عابدین اپنی کتاب "شامی" میں لکھتے ہیں کہ:

"نجد سے محمد بن عبدالوہاب کے پیرو نکلے اور انہوں نے حرمین پر قبضہ کیا وہ اپنے کو اگرچہ حنبلی کہتے ہیں، لیکن ان کا عقیدہ یہ ہے کہ مسلمان صرف وہی ہیں، جو بھی ان کے عقائد کے خلاف ہو وہ مشرک ہے۔ بنابریں انہوں نے اہل سنت کو اور ان کے علماء کو قتل کرنا مباح قرار دیا ہے"۔ (ردالمحتار (شامی) ج:۳،ص:۳۹)

ابن تیمیہ سے فکری استفادہ

محمد بن عبدالوہاب نجدی ابن تیمیہ ہی کی کتابیں پڑھ کر اس کی فکر سے متاثر ہوا، پھر اسی کو اپنایا بھی اور عام بھی کیا، اس بات کی شہادت غیر مقلدین کے ایک پیشوا نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے بھی اپنی کتاب ابجد العلوم میں دی ہے:

جسے شاہ ابوالحسن زید فاروقی نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"محمد بن عبدالوہاب نے شیخ ابوالعباس ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن القیم الجوزیہ کی بعض تالیفات کا مطالعہ کیا ہے اور صحیح طور پر سمجھے بغیر ان دونوں کی تقلید کی ہے، حالانکہ یہ دونوں تقلید کو ناجائز سمجھتے ہیں"۔

[مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان، ص:۱۸]

شاہ ابوالحسن زید فاروقی، علامہ ابوالحسن علی تقی الدین سبکی شافعی کی کتاب "شفاء السقام" کے اُردو ترجمہ "زیارت خیر الانام" کے مقدمہ میں ہمارے اس دعوے کی تائید میں کہ "محمد بن عبدالوہاب نجدی نے ابن تیمیہ ہی کی فکر کو اپنایا اور پھیلایا"، رقمطراز ہیں:

"چند سال سے عاجز سن رہا ہے کہ حجاز مقدس میں حج کے موقع پر دنیا کی مختلف زبانوں میں رسالے تقسیم کئے جاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی زیارت کی نیت سے مدینہ منورہ کو جانا جائز نہیں ہے"۔

یہ غلط بات سب سے پہلے ابن تیمیہ حرانی حنبلی نے کہی ہے۔ پھر محمد بن عبدالوہاب نجدی

نے بہ زور شمشیر اس باطل مسلک کو نجد اور ملحقات نجد میں پھیلایا اور ان کے ماننے والوں کے لئے اب اس کی تبلیغ، ایمان کا جزء بن کر رہ گئی ہے۔ [مقدمہ زیارت خیر الانام، ص:۵]

بقول "انور شاہ کشمیری"، ابن عبد الوہاب نجدی ایک بے وقوف اور کم علم شخص تھا، کافر کہنے کے حکم میں جلد بازی کرتا تھا۔ [فیض الباری، ج:۱، ص:۱۷۰]

ابن عبد الوہاب اپنی آزاد خیالی، بے عقلی، کم علمی اور جاہ طلبی کے سبب یہودی اور فرنگی سازش کا شکار ہو گیا تھا۔

ترکی کے مشہور عالم علامہ احمد جودت پاشا متوفی ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء [جو وہابی تحریک اور ترک عثمانیوں کی تاریخ پر گہری نظر رکھتے ہیں اور جنہوں نے بارہ جلدوں میں عثمانیوں کی تاریخ مرتب کی ہے] تحریر فرماتے ہیں:

یہودی، اسلام کے سخت قسم کے جھگڑالو دشمن ہیں، عبد اللہ بن سبا یہودی پہلا وہ شخص ہے، جس نے دین اسلام کو تباہ کرنے کے لئے فتنوں کی آگ بھڑکائی، یہ ملک "یمن" کا ایک یہودی تھا، اس نے حقیقی مسلمان اہل سنت کے خلاف شیعہ فرقے کو جنم دیا، یہودیوں نے ہر دور میں شیعی علماء کا روپ اختیار کر کے اس فرقہ شیعہ کی مدد کی اور یہودیوں نے ہی دین اسلام کو کمزور کرنے کے لئے فرنگیوں کے ساتھ مل کر "لندن" میں تو آبادیاتی وزارت کی بنیاد رکھی اور یہودیانہ مکر و فریب اور چالبازیوں سے لیس جاسوس پیدا کئے اور تمام ملکوں میں روانہ کیئے، انہیں جاسوسوں میں ہمفرے بھی ہے، جس نے ۱۱۲۲ھ/۱۷۱۰ء میں شہر "بصرہ" میں محمد بن عبد الوہاب نجدی کو اپنا شکار بنایا اور سالہا سال اسے مکر و فریب کی تعلیم دیتا رہا، انہیں یہودی جاسوسوں نے وہابیت کو جنم دیا۔

محمد بن عبد الوہاب نجدی نے اسلام اور مسلمانوں میں اختلاف و تفریق پیدا کرنے والی ان معلومات میں اضافہ کیا، جن کو اس نے انگریزی جاسوس ہمفرے سے ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم جوزیہ کی کتابوں کے مطالعہ کے ذریعہ سیکھا تھا۔

محمد بن عبد الوہاب (متوفی ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۲ء) کے ماننے والوں کو "نجدی" اور "وہابی" کہا جاتا ہے۔ [المعلومات النافعۃ قسم دوم، ص:۲۷۸، مطبوعہ حقیقت کتاب دے استنبول ترکی]

"خواجہ حسن نظامی" دہلوی لکھتے ہیں:

"نجد کے باشندے سالہا سال سے وہابی ہیں اور ان کے مورث اعلیٰ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے نام سے پوری دنیا کے وہابی منسوب ہیں۔"

[نادان وہابی، از: خواجہ حسن نظامی، ص:۳]

شیخ نجدی فرنگی جال میں:

علامہ احمد جودت پاشا محمد بن عبد الوہاب نجدی اور تحریک وہابیت کی پیدائش کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وہابیت کا بانی محمد بن عبد الوہاب ۱۱۱۱ھ/۱۶۹۹ء میں نجد کے قصبہ "ہریملہ" میں پیدا ہوا اور ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۲ء میں مر گیا آغاز زندگی میں سیاحت و تجارت کی غرض سے بصرہ، بغداد، ایران، ہندوستان اور شام کا سفر کیا، ۱۱۲۵ھ/۱۷۱۳ء میں انگریزی جاسوس ہمفرے کے جال میں پھنس گیا اور اسلام کو مٹانے کے لئے فرنگی کوششوں کا آلہ کار بن گیا۔

محمد بن عبد الوہاب نے اس جاسوس کی بتائی ہوئی جھوٹی باتوں کو وہابیت کے نام سے پھیلایا، میں [احمد جودت پاشا] نے اپنی کتاب "اعترافات الجاسوس الانکلیزی" میں تحریک وہابیت کی تاسیس کی صورت حال اور شام میں احمد بن تیمیہ حرانی متوفی ۷۲۸ھ/۱۳۲۸ء کی ان کتابوں کو محمد بن عبد الوہاب نجدی کے حاصل کر کے پڑھنے کا حال وضاحت سے بیان کیا ہے، جو اہل سنت کے خلاف ہیں، محمد بن عبد الوہاب نے شیخ نجدی کے نام شہرت پائی اور مکہ مکرمہ کے علماء نے ۱۲۲۱ھ میں محمد بن عبد الوہاب کی کتاب "کتاب التوحید" کا کامل جواب دیا جس کا مسودہ شیخ نجدی نے انگریزی جاسوس (ہمفرے) کے ساتھ مل کر تیار کیا تھا۔

علماء نے قوی دلائل اور ٹھوس ثبوتوں کے ساتھ کتاب التوحید کا رد فرمایا پھر شیخ نجدی کے پوتے عبد الرحمٰن نے کتاب التوحید کی شرح لکھی اور اس میں کچھ اور باتوں کا اضافہ کیا گیا، جو "فتح المجید" کے نام سے چھپی۔

شیخ نجدی کے یہ عقائد ونظریات پھیلے اور اہل درعیہ (جو شیخ نجدی کی سرگرمیوں کا مرکز تھا) اور درعیہ کے امیر محمد بن سعود نے قبول کئے، جن لوگوں نے وہابیت کے نظریے کو قبول کیا، انہیں وہابی یا نجدی کہا جاتا ہے۔

پھر شیخ نجدی نے [یہود ونصاریٰ کی سازش اور منصوبے کے مطابق] اپنے کو قاضی قرار دیا اور محمد بن سعود کو اور اس کے بعد وراثت کے طور پر ''محمد بن سعود'' کی اولاد کو امیر وحاکم قرار دیا۔ [المعلومات النافعة، ص: ۴۷،۴۸]

ہمفرے جب اپنے مشن پر بصرہ پہونچا اور اس کی ملاقات محمد بن عبدالوہاب سے ہوئی بہت خوش ہوا کہ کام کا آدمی مل گیا، یہ روداد ہمفرے کی زبانی اس طرح ہے:

''ان دنوں جب میں بصرہ میں ''ترکھان عبدالرضا'' کا کام کرتا تھا، میری ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو وہاں آتا جاتا تھا...... وہ دینی طالب علموں کا لباس پہنتا تھا اس کا نام محمد بن عبدالوہاب تھا، ایک جاہ طلب اور نہایت غصیلا انسان تھا، اسے عثمانی حکومت سے سخت نفرت تھی...... محمد بن عبدالوہاب ایک آزاد خیال آدمی تھا، اس کے نزدیک حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی مکاتب فکر میں سے کسی مکتب فکر کی کوئی خاص اہمیت نہیں تھی، وہ کہتا تھا کہ خدا نے جو کچھ قرآن میں فرمادیا ہے بس وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ محمد بن عبدالوہاب سے میل جول اور ملاقاتوں کے ایک سلسلے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ برطانوی حکومت کے مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے یہ شخص بہت مناسب دکھائی دیتا ہے، اونچا اُڑنے کی خواہش، جاہ طلبی، غرور، علماء ومشائخ اسلام سے اس کی دشمنی، اس حد تک خودسری کہ خلفائے راشدین بھی اس کی تنقید کا نشانہ بنیں اور حقیقت کے سراسر خلاف قرآن وحدیث سے استفادہ اس کی کمزوریاں تھیں، جس سے بڑی آسانی سے فائدہ اُٹھایا جاسکتا تھا۔''

شیخ محمد بن عبدالوہاب ابوحنیفہ کی تحقیر کرتا تھا اور اسے ناقابل اعتبار سمجھتا تھا ''محمد'' کہتا تھا ''میں ''ابوحنیفہ سے'' زیادہ جانتا ہوں'' اس کا دعویٰ تھا کہ نصف صحیح بخاری بالکل لچر اور بے

ہودہ ہے۔

بہرصورت میں نے محمد سے بہت گہرے مراسم قائم کرلئے اور ہماری دوستی میں ناقابل جدائی استحکام پیدا ہوگیا، میں بار بار اس کے کانوں میں یہ رس گھولتا تھا کہ خدا نے تمہیں حضرت علی اور حضرت عمر سے کہیں زیادہ صاحب استعداد بنایا ہے اور تمہیں بڑی فضیلت اور بزرگی بخشی ہے اگر تم جناب رسالت مآب کے زمانے میں ہوتے تو یقیناً ان کی جانشینی کا شرف تمہیں ہی ملتا، میں ہمیشہ پُر امید لہجہ میں اس سے کہتا:

''میں یہی چاہتا ہوں کہ اسلام میں جس انقلاب [''وہابیت''] کو رونما ہونا ہے وہ تمہارے ہی مبارک ہاتھوں سے انجام پذیر ہو، اس لئے کہ صرف تم ہی وہ شخصیت ہو جو اسلام کو زوال سے بچاسکتے ہو اور اس سلسلے میں سب کی اُمیدیں تمہیں سے وابستہ ہیں۔''

میں نے ''محمد'' کے ساتھ طے کیا کہ ہم دونوں بیٹھ کر علماء مفسرین پیشوایان دین ومذہب سے ہٹ کر نئے افکار کی بنیاد پر قرآن مجید پر گفتگو کریں، ہم قرآن پڑھتے اور آیات کے بارے میں اظہار خیال کرتے، میرا لائحہ عمل یہ تھا کہ میں کس طرح اسے انگریز نوآبادیات علاقوں کی وزارت کے دام میں پھنسادوں۔

میں نے آہستہ آہستہ اس اونچی اُڑان والے خودپرست انسان کو اپنی گفتگو کی لپیٹ میں لینا شروع کیا، یہاں تک کہ اس نے حقیقت سے کچھ زیادہ ہی آزاد خیال بننے کی کوشش کی۔

قصہ مختصر آہستہ آہستہ میں محمد بن عبدالوہاب کے بدن سے ایمان کا لبادہ اتارنے میں کامیاب ہوگیا......

[آگے ہمفرے لکھتا ہے] اپنی رات دن کی کوشش سے شیخ محمد بن عبدالوہاب کو نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت کی خواہشات کے عین مطابق ڈھالا اور آئندہ پلاننگ کو روبہ عمل لانے کی ذمہ داری اُٹھانے پر آمادہ کیا......

شیخ کی دعوت کا سامان فراہم کرنے میں ہمیں دوسال کا عرصہ لگا، ۱۱۴۳ھ کے اواسط میں محمد بن عبدالوہاب نے جزیرۃ العرب میں اپنے نئے دین وہابیت کے اعلان کا حتمی ارادہ

کیا اور اپنے دوستوں کو اکٹھا کیا، جو اس کے ہم خیال تھے، اور اس کا ساتھ دینے کا وعدہ کر چکے تھے......

آہستہ آہستہ ہم پیسے کے زور پر شیخ نجدی کے اطراف، اس کے افکار کی حمایت میں ایک بڑا مجمع اکٹھا کیا اور انہیں دشمنوں سے نبرد آزما ہونے کی تلقین کی۔ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت کے برسوں بعد جب چھ نکاتی پروگرام کامیابی کی پوری منزلیں طے کر چکا تو نو آبادیاتی علاقوں کی وزارت نے وعدہ کیا کہ اب سیاسی اعتبار سے جزیرۃ العرب میں کوئی کام ہونا چاہئے، یہی وجہ تھی کہ اس نو آبادیاتی وزارت نے اپنے عمال میں سے ''محمد بن سعود'' کو ''محمد بن عبدالوہاب'' کے ساتھ اشتراک عمل پر مامور کیا، اور مُحَمَّدَیْن (محمد بن عبدالوہاب اور محمد بن سعود) کے اشتراک عمل کی ضرورت پر زور دیا اور تاکید کیا کہ دینی اُمور کے فیصلے کلی طور پر محمد بن عبدالوہاب کے ہاتھ میں ہوں گے، اور سیاسی اُمور کی نگرانی محمد بن سعود کی ذمہ داری ہوگی۔

اس طرح دینی وسیاسی شخصیتوں کے اتحاد عمل کے نتیجے میں انگریزوں کا بھلا ہو رہا تھا اور ہر آنے والا دن اس بھلائی [''تحریک وہابیت'' کی اشاعت میں] اضافہ کر رہا تھا، ان دونوں رہبروں نے نجد کے قریب ''درعیہ'' شہر کو اپنا پایہ تخت بنایا، نو آبادیاتی علاقوں کی وزارت خفیہ طور پر جی کھول کر ان کی مالی اعانت کر رہی تھی (ہمفرے آگے لکھتا ہے) اس وقت ہم ان کے ساتھ اپنی دوستی کی معراج پر ہیں مرکزی حکومت تمام جزیرۃ العرب میں اپنا اثر ونفوذ قائم کرنے میں کامیاب ہو چکی ہے۔

[یہ بکھری معلومات کتاب ہمفرے کے اعترافات سے تلخیص کے ساتھ ماخوذ ہیں تفصیل کے لئے کتاب کا مطالعہ کیجئے جو مکتبۂ مشرق کانکر ٹولہ بریلی سے اردو میں شائع ہو چکی ہے]

محمد بن عبدالوہاب نجدی کے ابن تیمیہ اور انگریز جاسوس ہمفرے سے سیکھے وہ غیر اسلامی عقائد ونظریات جو ''وہابیت'' کی اساس وبنیاد ہیں اور جن کی وجہ سے اُمت میں افتراق وشقاق پیدا ہوا اور اسلامی وحدت پارہ پارہ ہوگئی اور اسلام کے اندر خوارج و''معتزلہ'' اور ''شیعیت'' کے بعد ''وہابیت'' کے نام سے ایک اور نئے فرقے اور فتنے نے جنم لیا، وہ اس کی کتابوں میں آج بھی مرقوم ومحفوظ ہیں۔

غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی نے کتاب ''ابجد العلوم'' میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کی بارہ کتابوں کا ذکر کیا ہے انہیں کتابوں میں سے ایک کتاب التوحید بھی ہے، اسی کتاب میں نجدی کے نئے باطل عقائد زیادہ ہیں اور اسی کا چربہ اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان ہے۔

شیخ نجدی اور افکار تقلید:

شیخ نجدی کی ایک اور دوسری کتاب جس کا بھوپالی صاحب نے ذکر کیا ہے، وہ "رسالہ فی تحریم التقلید" ہے اس کتاب کے نام ہی سے ظاہر ہے کہ شیخ نجدی کے نزدیک تقلید حرام ہے۔

شیخ نجدی کا تعاقب:

شیخ نجدی کے عقائد کے رد میں فوراً جن علماء اسلام نے قلم اُٹھایا ان میں سرفہرست اس کے بھائی شیخ سلیمان بن عبدالوہاب نجدی ہیں، جنہوں نے اپنے بھائی کے رد میں شیخ نجدی کی دعوت ''وہابیت'' کے آٹھویں سال ۱۱۶۷ھ میں بنام "الصواعق الالهيه فی الرد علی الوهابية" ایک کتاب لکھی۔

پہلے شیخ ''سلیمان'' نے اپنے بھائی شیخ نجدی کو بہت سمجھایا، لیکن جب وہ نہ مانا بلکہ اپنے مرید ومطیع امیر محمد سعود کی مدد سے ایذا رسانی اور قتل کے درپے ہو گیا تو حرمین شریفین چلے گئے اور وہیں سے یہ رسالہ لکھ کر اپنے بھائی کو بھیجا۔

علامہ ''ابو حامد بن مرزوق'' نے اپنی کتاب "التوسل بالنبی وجهلة الوهابين" میں تقریباً چالیس ایسے علمائے اسلام کا تذکرہ اور ان کی کتابوں کا نام تحریر کیا ہے، جو محمد بن عبدالوہاب کے رد میں ہیں، تفصیل کے لئے "التوسل بالنبی" کا مطالعہ کریں۔

محمد بن عبد الوہاب نجدی کے عقائد ونظریات اور اعمال:

(۱) چھ سو سال سے تمام دنیا کے مسلمان کافر ومشرک ہیں۔

(۲) جو قبروں کی نذر مانے، مقبروں میں اللہ سے دعا مانگے، مزاروں کا پردہ چومے، قبروں کی مٹی لے اور اولیاء، سے مدد طلب کرے وہ بھی کافر ہے۔

(۳) اور جو شخص ایسے آدمی کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔

(۴) شفاعت اور تقرب الی اللہ کی نیت سے انبیاء اولیاء کو وسیلہ بنانے والوں کی جان ومال حلال ہے، اور ایسا شخص مشرک ہے۔

(۵) یارسول اللہ کہنے والا شخص کافر ہے۔

(۶) تقلید حرام ہے۔

(۷) بخاری شریف کا نصف حصہ بالکل لچر اور بے ہودہ ہے۔

(۸) مسلمانوں کا خون بہاتا تھا۔

(۹) مسلمانوں کا مال واسباب لوٹتا تھا۔

(۱۰) اپنی نہ کرنے والے کو مسلمان نہیں سمجھتا تھا۔

(۱۱) کہتا تھا "لات"، "عزیٰ" اور "سواع" پہلے ہیں اور "محمد"، "علی"، "عبد القادر" پچھلے ہیں، یہ سب برابر ہیں۔

(۱۲) "دلائل الخیرات" اور "روض الریاحین" جیسی کتابوں کو جلا دینے کا حکم دیتا تھا، بلکہ دلائل الخیرات کو جلایا بھی۔

(۱۳) کہتا تھا کہ محمد کی قبر کو، ان کے مشاہد، ان کی مساجد اور ان کے آثار کو اور کسی نبی یا ولی کی قبر کو اور تمام مورتیوں (مزارات) کو سفر کرنا شرک اکبر ہے۔

وہابیت اور ہندوستان

اسماعیل دہلوی سے پہلے مسلمانوں کی مذہبی حالت:

تیرہویں صدی ہجری برصغیر ہند کے مسلمانوں کے لئے سیاسی اور مذہبی اعتبار سے ادبار وانحطاط اور افتراق وانتشار کی صدی رہی ہے، اس صدی میں ایک طرف مسلم مغل حکمرانوں کی ہزار سالہ حکمرانی کا چراغ گل ہوا اور انگریز اپنی عیارانہ اور سازشی ذہنیت کے نتیجے میں پورے غیر منقسم ہندوستان کا مالک ومختار بن بیٹھا۔

اور دوسری طرف اسی صدی میں مذہبی طور سے عام مسلمانوں میں اختلاف وانتشار کی بنیاد پڑی، ہندوستان کی راجدھانی دہلی میں مشہور ومقبول علمی ودینی خانوادۂ ولی اللہی کے ایک فرد مولوی اسماعیل [ولادت ۱۱۹۳ھ/۱۷۷۹ء متوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء] کے ذریعہ ایک نیا اسلامی فرقہ "وہابیت" وجود میں آیا۔ جب کہ اس سے پہلے ہندوستانی مسلمانوں کے اندر صرف دو فرقے تھے، (۱) اہل سنت اور (۲) شیعہ اہل سنت اکثریت میں تھے اور شیعہ دال میں نمک کے برابر شاہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی اس وقت کی مذہبی صورت حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "حضرت مجدد (الف ثانی شیخ احمد سرہندی) کے زمانے سے ۱۲۴۰ھ تک ہندوستان کے مسلمان دو فرقوں میں بٹے رہے، ایک اہل سنت وجماعت،

دوسرے شیعہ، اب مولانا اسماعیل دہلوی کا ظہور ہوا، وہ شاہ ولی اللہ کے پوتے اور شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کے بھتیجے تھے، ان کا میلان محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف ہوا اور نجدی کا رسالہ ''ردالاشراک'' ان کی نظر سے گزرا اور انہوں نے اُردو میں ''تقویۃ الایمان'' لکھی، اس کتاب سے مذہبی آزاد خیالی کا دور شروع ہوا، کوئی غیر مقلد ہوا، کوئی وہابی بنا، کوئی اہل حدیث کہلایا، کسی نے اپنے کو سلفی کہا، ائمہ مجتہدین کی جو منزلت اور احترام دل میں تھا، وہ ختم ہوا، معمولی نوشت وخواند کے افراد امام بننے لگے، افسوس اس بات کا ہے کہ توحید کی حفاظت کے نام پر بارگاہِ نبوت کی تعظیم واحترام میں تقصیرات کا سلسلہ شروع کر دیا گیا، یہ ساری قباحتیں ماہ ربیع الاول ۱۲۴۰ھ کے بعد سے ظاہر ہونی شروع ہوئی ہیں''۔

[ابتدائیہ کتاب اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان، ص:۹/۱۰]

برصغیر ہند بلکہ بیشتر دنیا میں اہل سنت حنفی مسلمان ہی ابتداء اسلام سے بارہویں صدی ہجری (دور شاہ ولی اللہ وشاہ عبدالعزیز) تک پائے جاتے رہے ہیں، علامہ علاء الدین حصکفی نے ''درمختار'' میں تحریر فرمایا ہے کہ ''قرآن پاک کے بعد امام ابوحنیفہ، رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بہت بڑا معجزہ ہیں اور اس کی یہی دلیل کافی ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ آپ کا ہی مذہب ''فقہ حنفی'' پھیلا، دلیل یہ ہے کہ امام صاحب کے زمانے سے آج تک سلطنت اور قضا کے عہدے ان کے مقلدین کے پاس رہے ہیں''

علامہ شامی صاحب ''ردالمحتار'' اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''خلافت عباسیہ جس کی مدت حکومت تقریباً پانچ سو سال ہے، اس میں اکثر قاضی اور مشائخ (یعنی شیخ الاسلام) حنفی تھے، جیسا کہ کتب تاریخ اس کی شاہد ہیں، ان کے بعد سلاطین سلجوقی اور خوارزمی سب حنفی تھے اور خلافت عثمانیہ بھی حنفی تھی اور ان کے قاضی بھی حنفی''۔

[درمختار مع ردالمحتار ج:۱، ص:۳۸،۳۹]

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں:

''تمام علاقوں اور ملکوں میں بادشاہ حنفی ہیں، اور یہاں کے قاضی، مدرسین اور اکثر عوام حنفی ہیں۔'' [کلمات طیبات، ص:۱۷۷]

نواب صدیق حسن بھوپالی غیر مقلد [ولادت ۱۲۴۸ھ/۱۸۳۲ء متوفی ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء] لکھتے ہیں:

'' خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے، چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقے اور مذہب کو پسند کرتے ہیں، اس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں، اور اسی مذہب کے عالم اور فاضل، قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے ہیں''۔

[ترجمان وہابیہ، ص:۱۰]

ایک جگہ مزید لکھتے ہیں:

''ہند کے اکثر حنفی اور بعض شیعے اور کمتر اہل حدیث ہیں'' [ایضا، ص:۵۷]

مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد [ولادت ۱۲۸۷ھ/۱۸۷۰ء] لکھتے ہیں:

''امرتسر میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی کے مساوی ہے، اسی سال قبل تقریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے، جن کو آج کل بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔''

[شمع توحید از ثناء اللہ امرتسری، ص:۴۰]

اعلیٰ حضرت کی فکر متوارث اور حق ہے:

علامہ ''حصکفی''، علامہ ''شامی''، شاہ ''ولی اللہ محدث دہلوی'' اور دو وہابی غیر مقلد عالموں ''بھوپالی'' صاحب اور ''امرتسری'' صاحب کی تصریحات سے مجموعی طور پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خیر القرون سے بارہویں صدی ہجری تک جو مسلمان تھے وہ سنی، حنفی ہی تھے۔ اور بقول ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد ''بریلوی حنفی'' یعنی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری

حنفی سنی بریلوی [ولادت ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ءوفات ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء] کی فکر کے حامل تھے، گویا یہ اس بات کا کھلا اعتراف ہے کہ فاضل بریلوی کے افکار ونظریات ہی متوارث اور حق ہیں اور انہوں نے کوئی نئی دینی فکر نہیں پیش کی ہے، جسے احسان الٰہی ظہیر جیسے ناسمجھ اور متعصب غیر مقلد اور دیوبندی نئی فکر اور نیا مذہب قرار دینا چاہتے ہیں۔

مذکورہ تصریحات وبیانات سے اب یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ تیرہویں صدی ہجری یعنی اسماعیل دہلوی کے دَور سے پہلے برصغیر میں ''وہابیت'' نام کا کوئی فرقہ نہیں تھا۔

ہندوستان میں وہابیت کا داخلہ اور اسماعیل دہلوی:

اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ برصغیر میں تیرہویں صدی ہجری میں، کس نے؟ کس کی سازش سے؟ کس کی فکر سے متاثر ہوکر؟ کس مقصد سے؟ ''وہابیت'' کو درآمد کیا اور پھیلایا، یہ سب نہایت اہم سوالات ہیں۔ تاریخی حقائق سے ثابت ہے کہ برصغیر میں وہابیت کا بانی اسماعیل دہلوی ہے، جس نے انگریزی سازش سے اپنے آبائی سنی حنفی افکار ونظریات کو چھوڑ کر اور محمد بن عبدالوہاب نجدی سے متاثر ہوکر وہابیت کو قبول کیا اور ہندوستان میں پھیلایا اور اس کا مقصد جاہ طلبی اور وجاہت وشہرت حاصل کرنا تھا۔

جانب دار اور غیر جانب دار، اپنے اور غیر سبھی مورخین ومحققین اور اہل قلم اس بات کے قائل ہیں کہ اسماعیل دہلوی ''محمد بن عبدالوہاب نجدی کے وہابیانہ افکار ونظریات سے متاثر تھے۔ اور شیخ نجدی کی ''کتاب التوحید'' اور وہابی رسالہ ''رد الاشراک'' میں مندرج افکار ونظریات کو کچھ اضافوں کے ساتھ ''تقویۃ الایمان'' کے نام سے اُردو میں پیش کیا ہے، جسے انگریزوں نے چھپوا کر خوب تقسیم کروایا۔ اس طرح اسماعیل دہلوی کی کتاب ''تقویۃ الایمان'' کے ذریعہ ہندوستان میں ''وہابی تحریک'' کا آغاز ہوا۔

غیر مقلد عالم نواب وحید الزمان حیدرآبادی لکھتے ہیں:

''وہ شیخ عبدالوہاب ہیں، جنھوں نے ان اُمور (مکروہ حرام) کو شرک قرار دیا

اور مولانا اسماعیل شہید نے تقویۃ الایمان میں اکثر امور میں اس کی پیروی کی ہے''۔ [ہدیۃ المہدی، ج، ص:۲۶]

شاہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی لکھتے ہیں:

''میں نے تقویۃ الایمان کا مطالعہ بلا ادنیٰ تعصب اور اعتساف کے کیا اور افسوس ہوا کہ مولانا اسماعیل کیا لکھ گئے ہیں، چونکہ مولانا (اسماعیل) کے تذکرہ نگاران کی جلالت علم پر متفق ہیں، لہذا یہی کہا جاسکتا ہے کہ اللہ کو یہی منظور تھا، ہندوستان میں مسلمانوں کی یکجہتی اور یک مذہبی تمام (ختم) ہو، اور نو سو سالہ اسلامی مملکت کا خاتمہ ہو، چنانچہ تیس سال کی مدت میں صدہا سال کی تمام نعمت ہاتھ سے نکل گئی۔''

مجھ کو تقویۃ الایمان میں وہابیت کے اثرات نظر آئے، لہذا میں نے مختصر طور پر محمد بن عبدالوہاب کے حالات کا مطالعہ کیا اور ان کے رسالہ ''ردالاشراک'' کا دقیق نظر سے مطالعہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ مولانا اسماعیل نے جو کچھ اس رسالہ میں لکھا ہے، نجدی رسالہ ''ردالاشراک'' سے لیا ہے۔''

[ابتدائیہ کتاب مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان ص:۱۳/۱۴]

مشہور دیوبندی مورخ پروفیسر محمد ایوب قادری، ''وہابیت'' کو انگریز کا کاشتہ پودہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''تقسیم ہند تک مسلمانان ہند کا اس بات پر اتفاق رہا ہے کہ فرقہ وہابیہ، انگریز کا کاشت کردہ پودا ہے، جس کی آبیاری اس نے نہایت ہوشیاری سے کی اور اس سے پورا فائدہ اٹھایا'' [مقدمہ حیات سید احمد، ص:۲۶]

فرنگی رپورٹر میٹکاف نے گورنر جنرل کو اپنی رپورٹ میں لکھا:

''سید احمد مولوی اسماعیل اور ان کے [وہابی] پیروکار ساتھیوں نے ہماری مسلمان رعایا کے قلب وذہن پر ہمہ گیر تو نہیں، لیکن ایک وسیع اثر انگیزی ضرور مرتب کی ہے۔'' [غیر مقلدین کی انگریز نوازی، ص:۴۳]

عقیدۂ اسلاف سے اسماعیل کی بغاوت اور بزرگوں کی ناراضگی:

اسماعیل دہلوی نے سنجیدگی اور محنت سے تعلیم کی طرف توجہ نہیں دی تھی، جس کی وجہ سے ان کی شخصیت دبی ہوئی تھی، اور احساس کمتری کا شکار تھے، اور اپنی بعض ناشائستہ عادتوں کی وجہ سے اہل علم اور عوام میں مقبول بھی نہیں ہو پا رہے تھے، اُجڈپن اور خاندانی بزرگوں سے فکری و عملی مخالفت مثلاً رفع یدین، انکار تقلید، بزرگوں کی گستاخی اور آزاد خیالی کی بنا پر شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی اور شاہ عبد القادر صاحب)اسماعیل کے چچا صاحبان(اسماعیل سے ناراض رہا کرتے تھے اور سمجھانے کے باوجود بھی وہ اپنی روش سے باز نہیں آتے تھے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے اسی ناراضگی سے نتیجے میں اسماعیل دہلوی کی بجائے شاہ محمد اسحاق کو اپنا جانشین بنانا پسند کیا۔

ان سب باتوں کا نفسیاتی اثر یہ ہوا کہ اسماعیل دہلوی نے مایوس ہو کر جاہ طلبی میں ''وہابیت'' کا راستہ اختیار کرلیا، وحید احمد مسعود دہلوی لکھتے ہیں:

''شاہ عبدالعزیز صاحب نے جب شاہ اسماعیل کے بجائے شاہ محمد اسحاق کو اپنا جانشین بنایا، تو کوئی وجہ نہیں کہ شاہ اسماعیل کو تحت شعور میں مایوسی نہ ہوئی ہو، ایسی حالت میں شاہ اسماعیل کو اپنی وجاہت قائم رکھنے کے لئے نیا راستہ بنانا تھا، اور وہی (وہابیت کا راستہ) بنا بھی لیا''۔

[سید احمد شہید کی صحیح تصویر از وحید احمد مسعود، ص:۲۰]

اسماعیل دہلوی نے جاہ طلبی میں اپنے خاندانی بزرگوں کے عقائد ونظریات سے بغاوت کر کے جن نئے عقائد ونظریات کو ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتابوں سے حاصل کی، اپنی کتاب ''تقویۃ الایمان میں لکھا اور جن کی تبلیغ کی، اور جن کی وجہ سے ہندوستان میں ''وہابیت'' پھیلی اور متحدہ مسلم قوت پارہ پارہ ہوئی وہ یہ ہیں:

اسماعیل دہلوی کے عقائد ونظریات:

(۱) اللہ ایسی باؤ (ہوا) بھیجے گا کہ سب اچھے بندے کہ جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہوگا، مرجاویں گے اور وہی لوگ رہ جائیں گے کہ جن میں کچھ بھلائی نہیں (یہ حدیث کا ترجمہ ہے، اسماعیل نے ترجمہ کرنے کے بعد ف لکھ کر آگے لکھا)۔ سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔ یعنی بھیج چکا اللہ ایسی باؤ (ہوا) جس سے وہ سب اچھے بندے جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان تھا، مرگئے اور اب کوئی مسلمان باقی نہ رہا۔ [تقویۃ الایمان، ص:۴۵]

(۲) اللہ تعالیٰ کو غیب کا علم ہر وقت نہیں رہتا، بلکہ جب چاہتا ہے، غیب کی بات دریافت کرلیتا ہے۔ [ص:۴۲]

(۳) اپنی اولاد کا نام عبدالنبی، عبدالرسول، علی بخش، نبی بخش، غلام محی الدین، غلام معین الدین رکھنا شرک ہے۔ [ص:۸]

(۴) سب انبیاء واولیاء اللہ کے سامنے ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ [ص:۴۲]

(۵) رسول اللہ کو (غیب کی) کیا خبر؟ [ص:۴۵]

(۶) رسول خدا مر کر مٹی میں مل گئے ہیں۔ [ص:۴۹]

(۷) خدائے تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ [رسالہ یک روزی، ص:۱۴۵]

(۸) رسول خدا کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا [تقویۃ الایمان ص:۴۵]

(۹) جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ [ص:۵۲]

(۱۰) رسول اللہ کا خیال نماز میں لانا اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے۔ [صراط مستقیم، ص:۹۷]

(۱۱) اللہ کے سوا کسی کو نہ مان [تقویۃ الایمان ۴۳]

(۱۲) اولیاء وانبیاء وامام زادہ، پیر وشہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے

ہیں، وہ انسان ہی ہیں، اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی، مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی، وہ بڑے بھائی ہوئے۔ [تقویۃ الایمان ص ۷۸]

(۱۳) ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا (نبی ہو یا ولی) وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے [تقویۃ الایمان، ص:۱۹]

(۱۴) پیغمبر خدا کے وقت میں بھی کافر اپنے بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے بلکہ اسی کا مخلوق اور بندہ سمجھتے تھے اور ان کو اس کے مقابل کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے بلکہ اسی کا مخلوق اور بندہ سمجھتے تھے اور ان کو اس کے مقابل کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے مگر یہی پکارنا، منتیں ماننی نذر و نیاز کرنی ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا، یہی ان کا کفر و شرک تھا، سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو اُس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے، سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہیں (تقویۃ الایمان)

تقویۃ الایمان کے اثرات:

اسماعیل دہلوی کے درج بالا نئے عقائد اور اس طرح اور عقائد و نظریات جو اس نے اپنی کتابوں میں لکھے ہیں، چونکہ جمہورِ امت مسلمہ کے قدیم عقائد سے متصادم تھے اس لئے ان کے سامنے آتے ہی دہلی میں آگ لگ گئی، یہ وہی راہ تھی جس پر اس کے سابقین "ابن تیمیہ اور "محمد بن الوہاب نجدی" چل رہے تھے، گویا "اسماعیل دہلوی" انھیں دونوں پیش رووں کے نئے خود ساختہ عقائد و افکار کا ہندوستان میں شارح و ترجمان بن گیا۔

تقویۃ الایمان لکھنے کا مقصد مسلمانوں میں شورش برپا کرنا، ان کا شیرازہ بکھیرنا، گھر گھر میں مذہبی اختلاف و فساد پیدا کرنا تھا اس مقصد کی وضاحت خود اسماعیل دہلوی ہی کرتے ہیں:

"اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں، اور بعض جگہ تشدد بھی ہوگیا ہے (اور کہتے ہیں) گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔" (ارواح ثلاثہ، ص:۸۱)

بعد کی کہانی دیوبندی عالم مولوی "احمد رضا بجنوری" نے بیان کی ہے کہ تقویۃ الایمان کے مارکیٹ میں آنے پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟ لکھتے ہیں:

"افسوس ہے کہ اس کتاب (تقویۃ الایمان) کی وجہ سے مسلمانان ہندو پاک جن کی تعداد بیس کروڑ سے زیادہ ہے اور تقریباً نوے فیصد حنفی المسلک ہیں، دو گروہ میں بٹ گئے ہیں، ایسے اختلافات کی نظیر دنیائے اسلام کے کسی خطے میں بھی ایک امام ایک مسلک کے ماننے والوں میں موجود نہیں ہے"

(انوار الباری، ج:۱۱، ص:۱۰۷)

تقویۃ الایمان لکھ کر اسماعیل دہلوی نے ہندوستان میں وہابیت کی بنیاد ڈالی اور مسلمانوں میں ایسا دیرپا دینی و فکری اختلاف برپا کیا کہ جس کے اثرات آج تک سنّی وہابی کے نام پر ہندوستان کی ہر آبادی میں نظر آرہے ہیں اور مسلمان ہر جگہ آپس میں لڑ کر اپنی رہی سہی قوت اپنے ہاتھوں ہی تباہ کر رہے ہیں اور اسماعیل دہلوی کے ذریعہ انگریزی سازش کامیاب ہو رہی ہے۔

تقویۃ الایمان اور انگریز:

انگریزوں نے تقویۃ الایمان کو اس قدر اہمیت دی کہ اس کا انگریزی ترجمہ منشی شہامت علی سے کروا کر ۱۸۲۵ء میں لندن سے شائع کیا، سرسید لکھتے ہیں جن چودہ کتابوں کا ذکر ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اپنی کتاب میں کیا ہے ان میں ساتویں کتاب تقویۃ الایمان ہے، چنانچہ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن کے رسالہ ج:۱۲، ۱۸۲۵ء میں چھپا تھا۔

(مقالات سرسید، ج:۹، ص ۱۷۸)

وہابیت ہی دوسرے نئے فرقوں کا سرچشمہ ہے:

اسماعیل دہلوی کے وہابی نظریات وتعلیمات کا اثر صرف یہی نہیں کہ متحد سنی حنفی مسلمان تقسیم ہوگئے بلکہ ان وہابی جراثیم نے کچھ اور بھی بیماریاں پیدا کیں، ''وہابیت'' ہی کے بطن سے مزید نئے نئے فرقے پیدا ہوئے ہفت روزہ الفقیہ امرتسر (شمارہ:۱۲، اگست ۱۹۱۲ء) لکھتا ہے:

''مولوی اسماعیل دہلوی کی تعلیمات کا جو اثر ہوا اُس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں جماعت غیر مقلدین کی تعداد اس کی شہادت میں پیش کی جاسکتی ہے، اگر اسی پر اکتفا ہوتی تو شاید مسلمانوں کا شیرازہ درہم برہم نہ ہوتا، لیکن افسوس یہ ہے کہ تقلید ائمہ کا جوا تو اس فرقے نے گردن سے اُتارا تو نئے نئے راستے بھی نکل آئے اس کے بعد اور متعدد فرقے پیدا ہوگئے، جن میں مرزائیہ (قادیانیت) اور چکڑالویہ (فرقہ اہل قرآن) وغیرہ پنجاب میں بکثرت اور بلاد ہندوستان میں بہ قلت پائے جاتے ہیں''۔

اس سلسلے میں شاعر مشرق علامہ اقبال کا تجزیہ وتبصرہ بہت اہمیت رکھتا ہے وہ کہتے ہیں!

''قادیان اور دیوبند اگرچہ ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن دونوں کا سرچشمہ ایک ہے، اور دونوں اس تحریک کی پیداوار، جسے عرف عام میں ''وہابیت'' کہا جاتا ہے''۔

(اقبال کے حضور از نذیر نیازی، ص:۲۶۲)

''ابوالکلام آزاد'' اپنے تجربہ کے مطابق الحاد کا سرچشمہ بھی وہابیت ہی کو قرار دیتے ہیں، وہ کہتے ہیں:

''والد مرحوم کہا کرتے تھے کہ گمراہی موجودہ کی ترتیب یوں ہے کہ پہلے وہابیت پھر نیچریت، پھر نیچریت کے بعد تیسری قدرتی منزل، جو الحاد قطعی کی ہے، اس کا وہ ذکر نہیں کرتے تھے اس لئے کہ وہ نیچریت ہی کو الحاد قطعی سمجھتے تھے، لیکن میں تسلیم کرتے ہوئے اتنا اضافہ کرتا ہوں کہ تیسری منزل الحاد ہے اور ٹھیک

ٹھیک مجھے یہی پیش آیا، سرسید مرحوم کو بھی پہلی منزل وہابیت کی پیش آئی تھی۔''

(آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی مرتبہ عبدالرزاق ملیح آبادی، ص:۳۰۹)

مولوی ''بشیر احمد'' دیوبندی مدرس مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی پاکستان "خیر التنقید" کے حوالے سے لکھتے ہیں عدم تقلید کفر وارتداد کا سبب ہے۔

''جناب (محمد حسین) بٹالوی صاحب (غیر مقلد کے وکیل) لکھتے ہیں: پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق (ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں) اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں، کفر وارتداد کے اسباب اور بھی بکثرت موجود ہیں مگر دینداروں کے بے دین ہوجانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔''

(اہل حدیث اپنے اکابر کی نظر میں، ص:۱۰-۱۱)

تقویۃ الایمان اور علماء دہلی

یہ کتاب ہندوستان بھر میں مفت تقسیم کی گئی، اسماعیلی فتنہ وہابیت کے سد باب کے لئے علمائے دہلی کمربستہ ہوگئے۔ شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی جو وہابیت کی تاریخ اور اس کے عقائد سے آگاہی اور تردید وابطال میں اتھارٹی کی حیثیت رکھتے ہیں، تحریر فرماتے ہیں:

اس وقت کے تمام اکابر حتی کہ مولوی اسماعیل صاحب کے ابناءِ عم (چچازاد بھائی لوگ) مولانا ''محمد موسیٰ'' اور مولانا ''مخصوص اللہ'' صاحبان نے بھی اس کا شدید رد کیا، مولانا ''محمد موسیٰ'' صاحب نے سوال وجواب اور ''حجۃ العمل فی ابطال الحیل'' اور مولانا ''مخصوص اللہ'' صاحب نے ''معید الایمان رد تقویۃ الایمان'' لکھا، استاذ الحکماء والمتکلمین علامہ ''فضل حق خیر آبادی'' نے ''تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ'' اور ''امتناع النظیر'' لکھا، اس وقت کے سارے علماء دہلی نے بالاتفاق مولوی اسماعیل صاحب کی تکفیر کی، تحقیق الفتویٰ میں مسند الوقت علامہ ''فضل حق خیر آبادی'' رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

"اس (اسماعیل دہلوی) کا کلام بلاشبہ بارگاہ الٰہی کے مقربین کے سردار، انبیاء، ملائکہ، اصفیا، مشائخ اور اولیاء صلی اللہ تعالیٰ تعالیٰ علیہم وسلم کی تنقیص شان پر مشتمل ہے اور استخفاف پر دلالت کرتا ہے۔"

اس بے ہودہ کلام کا قائل از روئے شریعت کافر اور بے دین ہے اور ہرگز مسلمان نہیں ہے اور شرعاً اس کا حکم قتل اور تکفیر ہے۔ (ص:۲۴۷)

اس فتویٰ کی تصدیق دہلی کے صف اوّل کے سترہ علماء کرام نے کی، جن میں حضرت شاہ "رفیع الدین" صاحب کے دونوں صاحبزادے حضرت مولانا "مخصوص اللہ" صاحب اور حضرت مولانا "محمد موسیٰ" صاحب اور خاص بات یہ ہے کہ حضرت مفتی "صدر الدین" صاحب اور حضرت مولانا شاہ "احمد سعید صاحب مجددی" صاحب کی بھی تصدیقات ہیں۔

ان میں حضرت مفتی "صدرالدین" صاحب، (رشید احمد) "گنگوہی" اور "(قاسم) نانوتوی" دونوں صاحبان کے اور حضرت مولانا شاہ "احمد سعید صاحب مجددی" (رشید احمد) گنگوہی صاحب کے استاذ ہیں اور حضرت مولانا "مخصوص اللہ" صاحب ان دونوں "(گنگوہی و نانوتوی) کے استاذ الاستاذ ہیں۔ (سنی دیوبندی اختلافات کا منصفانہ جائزہ، ص:۸-۹)

خاندانی ولی اللٰہی کے افراد کے ساتھ اس سلسلے سے وابستہ شاہ صاحبان کے تلامذہ نے بھی اسماعیل دہلوی کی سرکوبی میں بھرپور حصہ لیا، اسماعیل کے چچا حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ بھی اپنے بھتیجے اسماعیل دہلوی کے نئے افکار وعقائد اور نئے دینی فتنہ "وہابیت" سے سخت ناراض اور نالاں تھے۔ بیماری اور بڑھاپے کی وجہ سے انہیں موقع نہیں ملا ورنہ وہ بھی تقویۃ الایمان کا رد لکھنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ آپ نے فرمایا:

"میری طرف سے کہو اس لڑکے نامراد (اسماعیل) کو کہ جو کتاب ممبئی سے آئی ہے میں نے بھی اس کو دیکھا ہے، اس کے عقائد صحیح نہیں ہیں، بلکہ بے ادبی، بے نصیبی سے بھرے ہوئے ہیں، میں آج کل بیمار ہوں، اگر صحت ہوگئی تو میں اس کی تردید لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ تم ابھی نوجوان ہو، ناحق شور وشر برپا نہ کرو۔"

(انوار آفتاب صداقت، از:- قاضی فضل احمد لدھیانوی، ص:۵۱۶)

شاہ صاحب کو اسماعیل دہلوی کے فکری انحراف اور آزادروی سے ناراضگی اتنی زیادہ تھی کہ اپنی جائداد سے اسے بالکل محروم رکھا، علامہ فضل رسول بدایونی لکھتے ہیں:

"مولوی اسماعیل دہلوی کی فکر میں حد سے اور طبیعت میں مذہب سے بے قیدی کی رغبت پہلے ہی سے تھی، بزرگ ان کے اس سبب سے ناراض تھے، شاہ عبدالعزیز صاحب نے آخر عمر میں اپنا تمام مملوکہ منقولہ غیر منقولہ کہ ہر جنس کثرت سے تھی حرم اور نواسوں وغیرہ کو ہبہ کرکے قابض کرادیا، مگر مولوی اسماعیل کو کچھ نہ دیا۔ جب شاہ نے انتقال کیا، کوئی بزرگوں میں نہ رہا۔ مولوی اسماعیل نے کھلے بندوں کھیل کھیلے، تین چشمے فساد کے دین میں ان کی ذات سے ظاہر ہوئے، ایک "فتنہ ظاہریہ" کا، کہ قیاس وتقلید حرام ہیں، دوسرے فتنہ "سید احمد" کو نبی بنانے کا، تیسرا فتنہ "تقویۃ الایمان" لکھنے کا۔"

(سیف الجبار، ص:۴۹،۲،۷،۸۵)

بقول سید محمد فاروق القادری ڈھائی سو (۲۵۰) کتابوں کی ایک لسٹ میری نظر سے گزر چکی ہے۔ جو تقویۃ الایمان کے چھپتے ہی مختلف زبانوں میں مختلف علاقوں سے اس کی تردید میں لکھی گئیں اس سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس وقت عام مسلمانوں، علماء اور اہل خانقاہ نے اس کتاب کو کس حیثیت سے دیکھا۔

("تاریخ محاسبہ تقویۃ الایمان" مقدمہ اطیب البیان، بقلم:- نوشاد عالم چشتی، ص:۸۹)

علماء برصغیر ہند نے اسماعیل دہلوی کا رد صرف تحریر ہی سے نہیں کیا بلکہ انہیں گھیر گھیر کر اور پکڑ پکڑ کر مناظرے بھی کئے۔ ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۵ء میں جامع مسجد دہلی میں اسماعیل اور ان کے دست راست مولوی عبدالحی اور علماء دہلی میں مشہور تاریخی مناظرہ ہوا اور دونوں کو سخت ذلت و پسپائی کا سامنا کرنا پڑا۔ اسماعیل دہلوی غصہ سے مغلوب ہوکر کلام نہ کرسکے اور مجلس سے اُٹھ کر چلے گئے۔ علماء دہلی نے متفقہ طور پر ان کی تکفیر کا فیصلہ کیا۔

سوادِ اعظم اہل سنت سے ہٹ کر برصغیر ہندوستان میں یہی وہ پہلی آواز تھی جسے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تحریک وہابیت کی صدائے بازگشت کہنا چاہئے جس کا تعلق فکر ولی اللہی سے جوڑنے کی ناپاک ونامراد کوشش کی جاتی رہی ہے، مگر اب یہ فریب زیادہ دنوں تک نہیں چل سکتا، اب دھیرے دھیرے اس حقیقت سے پردہ اُٹھ رہا ہے۔

مناظرہ جامع مسجد دہلی کا بڑا خوشگوار نتیجہ نکلا، اور اسماعیل دہلوی کی تحریک وہابیت بالکل ختم ہوگئی، اس ناکامی کے بعد ذلت وخفت مٹانے کے لئے اور نئی حکمت عملی پر غور وخوض کرنے کے لئے اسماعیل دہلوی اپنے جاہل پیر اور شاگرد ''سید احمد رائے بریلوی'' کے ساتھ حج کو چلے گئے۔ حج سے واپس آکر انگریزوں کے مشورے پر تقویۃ الایمان کی دعوت وہابیت کے بجائے سکھوں کے خلاف جہاد کی تحریک کا آغاز کیا انگریزوں نے اس میں مدد بھی دی مولوی اسماعیل دہلوی نے کھلے بندوں یہ اعلان بھی کیا کہ انگریزوں کے خلاف لڑنا جائز نہیں بلکہ اگر کوئی انگریزوں پر حملہ کرے تو انگریزوں کی حمایت میں اس سے لڑنا فرض ہے چنانچہ اسی مقصد سے ''سرحد'' جا کر سب سے پہلا جہاد ''یار محمد خاں'' حاکم یاغستان سے کیا۔''

(تذکرۃ الرشید، حصہ دوم، ص:۲۷۰)

اور اسی جہاد میں اسماعیل دہلوی اپنے پیر سید احمد رائے بریلوی کے ساتھ مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے۔

انکارِ تقلید اور اسماعیل دہلوی

محمد علی قصوری ''مشاہدات کابل و یاغستان'' میں لکھتے ہیں:

''سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل دہلوی نے ائمہ اربعہ کے طریقے پر چلنے کو غیر ضروری قرار دیا اور کہا کہ ان چاروں مسالک سے جو کتاب وسنت کے قریب ہو اس پر عمل کرلیا جائے، اور کسی درپیش مسئلہ میں کسی بھی امام کے قول پر عمل کرلینا

چاہئے کسی ایک معین امام کی تقلید ضروری نہیں ہے اس فرقے کا نام سید صاحب کی نسبت سے احمد رکھا گیا۔'' (ص:۱۵۶)

عدم تقلید کا سبق ابن تیمیہ نے دیا، اس سے محمد بن عبدالوہاب نجدی نے لیا، پھر شیخ نجدی سے اسماعیل دہلوی نے لیا، مناظرہ دہلی کے بعد تقویۃ الایمان کے وہابی نظریات کچھ دنوں کے لئے دب گئے اور اسماعیل دہلوی کی توجہ نام نہاد جہاد کی طرف ہوگئی اور ان کے اعوان وانصار بھی اسی میں لگ گئے، منجملہ وہابی نظریات کے عدم تقلید کا نظریہ اور اس پر عمل بھی مقبول عوام نہ ہوسکا، مگر چونکہ عدم تقلید اور مذہبی آزادی ''وہابیت'' کا اساسی ایجنڈا تھا۔ اس لئے اسماعیل دہلوی کے خاص متبع علماء وہابیت مناسب وقت کی تاک میں رہے اور موقع پا کر کچھ دنوں بعد کچھ متبع علماءِ وہابیت نے دھیرے دھیرے عدم تقلید کے نظریے کو عام کرنا شروع کیا اور کچھ لوگ کھلے بندوں غیر مقلد ہوگئے اور اس کی تعلیم وتبلیغ بھی کرنے لگے لیکن اسماعیل کے متبعین میں سے کچھ علماء وہابیت نے عدم تقلید کو تحریک وہابیت کے لئے نقصان دہ سمجھا اور مصلحتاً حنفیت کا لبادہ اوڑھے رہے۔

گویا اسماعیل دہلوی کی موت کے بعد وہابیت دو شاخوں میں بٹ گئی اور ان کے ماننے والے وہابی علماء کا دو گروپ بن گیا (۱) غیر مقلدین (۲) دیوبندی۔

دیوبندی علماء میں قاسم نانوتوی اور رشید احمد گنگوہی صاحبان بھی سید احمد رائے بریلوی اور اسماعیل دہلوی کی نام نہاد تحریک جہاد میں حصہ لے چکے تھے، یہی دونوں وہابیت کی دوسری شاخ دیوبندیت کے بانی قرار پائے ان دونوں نے کچھ اور وہابیوں کے ساتھ ۱۲۸۲ھ/۱۸۸۶ء میں دیوبند میں قائم مدرسہ کو ہیڈ کوارٹر بنا کر وہابیت کی تبلیغ شروع کی اور وہابی علماء تیار کئے اور اس طرح دیوبندیت کو پنپنے کا خوب موقع ملا۔

مگر وہابیت کی پہلی شاخ غیر مقلدیت کو وہ قبول عام حاصل نہ ہوسکا جو مقلد دیوبندیوں کو ملا، کیوں کہ ہندوستانی مسلمانوں کے لئے غیر مقلدیت اپنے ظاہری اعمال مثلاً رفع یدین اور عدم تقلید وغیرہ کی وجہ سے زیادہ غیر مانوس تھی جب کہ دیوبندی ظاہراً رفع یدین، آمین بالجہر اور تقلید امام ابوحنیفہ کی وجہ سے عام اہل سنت سے مانوس تھے اور تقلید وحنفیت کے پردے میں

مسلمانوں کو وہابی بنانا ان کے لئے آسان تھا اور مسلمانوں کا ان سے بچنا مشکل، اسی لئے چودھویں صدی ہجری کے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے یوں تو ہر باطل فرقے کا رد فرمایا مگر سب سے زیادہ توجہ وہابیت کی دوسری شاخ دیوبندیت کے رد کی طرف مبذول فرمائی۔

دیوبندی شاخ کے علماء بظاہر حنفیت کا لبادہ اُوڑھے رہتے ہیں، مگر ان کی تحریروں میں بے شمار ایسے عناصر مل جاتے ہیں، جو فقہ حنفی سے ارتداد کے غماز ہیں، محقق عصر حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی استاذ و مفتی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے اپنے مقالہ ''دیوبندیوں کا فقہ حنفی سے ارتداد'' شمولہ تحقیقات ج:۲ میں اس طرح کے دس مسائل کا ذکر فرمایا ہے۔ تفصیل کے لئے اس مقالہ کا مطالعہ مفید رہے گا۔

وہابیت کی دونوں ہی شاخیں محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اسماعیل دہلوی کو مانتی ہیں اور غیر مقلدین اور دیوبندیوں کے عقائد ایک ہی جیسے ہیں، دیوبندی قطب مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

''محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں، ان کے عقائد عمدہ تھے ...... ان (محمد بن عبدالوہاب) کے مقتدی اچھے ہیں مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے، ان میں فساد آگیا ہے۔ اور عقائد سب کے متفق ہیں۔'' (فتاویٰ رشیدیہ، ج:۱، ص:۱۱۹)

گنگوہی صاحب ایک جگہ اور تقویۃ الایمان کی تعریف و تائید میں لکھتے ہیں:

''تقویۃ الایمان بہت اچھی کتاب ہے، اور شرک و بدعت کی تردید میں بے مثال ہے۔'' (نور نار، از:- ڈاکٹر مسعود احمد مجددی، ص:۳)

غیر مقلدیت:

اسماعیل دہلوی کے متبع بعض علماء وہابیت عدم تقلید، رفع یدین اور آمین بالجہر کے نظریئے پر قائم رہے، ان میں خاص نام عبدالحق بنارسی، میاں نذیر حسین دہلوی، نواب صدیق حسن بھوپالی، ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کا ہے۔ پھر مولوی ثناء اللہ امرتسری، مولوی محمد حسین بٹالوی وغیرہ نے تحریک غیر مقلدیت کو آگے بڑھایا۔

عبدالحق بنارسی سید احمد رائے بریلوی اور اسماعیل دہلوی کے حلقہ بگوش میں تھے مگر کچھ ناشائستہ حرکتوں کی وجہ سے نکال دیئے گئے تھے۔ اور بنارس آکر انکارِ تقلید کے فتنے کو اس علاقے میں پھیلایا۔

میاں نذیر حسین دہلوی کے استاذ اور خسر مولانا عبدالخالق صاحب لکھتے ہیں:-

''سو بانی مبانی اس طریقۂ احداث (غیر مقلدیت) کا عبدالحق ہے۔ جو چند روز سے بنارس میں رہتا ہے، بقول قاری عبدالرحمٰن پانی پتی، شاگرد شاہ اسحاق دہلوی، مولوی عبدالحق صاحب بنارسی نے ہزارہا آدمی کو عمل بالحدیث کے پردہ میں قید مذہب (تقلید حنفیت) سے نکالا، اور مولوی صاحب نے ہمارے سامنے کہا کہ عائشہ حضرت علی سے لڑ کر مرتد ہوئی، اگر بے توبہ مری تو کافر مری اور صحابہ کو پانچ پانچ حدیثیں یاد تھیں۔ ہم کو سب کی حدیثیں یاد ہیں، صحابہ سے ہمارا علم بڑا ہے۔ صحابہ کو علم کم تھا۔'' (تعارف علماء اہل حدیث، از:- مولوی نعیم الدین دیوبندی، لاہور، ص:۲۶-۲۷)

میاں نذیر حسین دہلوی مونگیر بہار کے رہنے والے تھے۔ ۱۲۲۰ھ/۱۸۰۵ء میں سورج گڈھا گاؤں میں پیدا ہوئے اور ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء میں دہلی میں فوت ہوئے۔ غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل ہیں انگریز گورنمنٹ نے شمس العلماء کا خطاب دیا تھا۔ تقلید کے خلاف معیار الحق نامی کتاب لکھی، انگریزوں کے خلاف جہاد کو ناجائز قرار دیا۔

دہلی میں غیر مقلدیت کو منظم تحریک کی شکل میں چلانے والے اور انکار تقلید کو فروغ دینے والے سب سے پہلے غیر مقلد یہی ہیں۔ ''مفتی محمد شریف الحق امجدی'' تحریر فرماتے ہیں:-

''دِلّی میں مولوی نذیر حسین سورج گڈھی مونگیری نے دورۂ حدیث کے بہانے اپنے گرد طلباء کی بھیڑ اکٹھا کرلی۔ اپنے اسباق میں وہ وہابیت کے ساتھ غیر مقلدیت کا بھی زہر گھول کر پلایا کرتے تھے۔

چونکہ دلی اس عہد میں اہم علماء کا مرکز تھا، بکثرت مدارس تھے، جن میں منتخب روزگار علماء درس دیا کرتے تھے۔ اس لئے پورے ہندوستان سے تحصیل علم کا شوق رکھنے والے دلی پہنچتے تھے۔ مگر کسی مدرسہ میں صرف حدیث پڑھانے کا التزام نہ تھا۔ میاں نذیر حسین صاحب نے صرف حدیث پڑھانے کا شغل شروع کیا، احادیث کی کشش طلبہ کو ان کے یہاں پہنچادیتی تھی۔ جس سے وہ فائدہ اُٹھا کر وہابیت اور غیر مقلدیت کی خفیہ خفیہ تعلیم دیتے رہتے جس کے نتیجے میں بہت سے سنی حنفی گھرانوں کے بچے میاں نذیر حسین صاحب مذکور کی تعلیم کے اثر سے وہابی غیر مقلد ہوگئے۔

مگر یہ کام خفیہ خفیہ ہوتا تھا، اس کا اثر فوری طور پر عوام تک نہ پہنچا، جب میاں صاحب کے غیر مقلد مولوی اپنے اپنے وطن گئے یا اپنے دوسرے ٹھکانوں پر گئے تو انہوں نے وہابیت، غیر مقلدیت پھیلانی شروع کی جس کے نتیجے میں ہندوستان کے مختلف علاقوں میں غیر مقلدیت کا زہر پھیل گیا۔ غیر مقلدین کے کئی مدرسے قائم ہوگئے۔''

(تحقیقات، ج:۲، ص:۴-۵)

فکر ولی اللٰہی اور وہابیت

فکر ولی اللٰہی سے ہم آہنگی کی حقیقت

ہندوستان کی راجدھانی دِلّی میں دو ایسی عظیم ہستیاں آرام فرما ہیں، جن کے دم قدم سے ہندوستان میں علم حدیث پھیلا اور ان دونوں شخصیتوں نے اپنے اپنے دور میں، ملک بھر کے مذہبی ماحول پر گہرا اثر ڈالا اور یہ دونوں ہی ملک بھر کے مسلمانوں کے دینی مرجع رہے۔ ان میں سے ایک محقق علی الاطلاق شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی (ولادت ۹۵۸ھ/ ۱۵۵۱ء وفات ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء) ہیں۔ اور دوسرے شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی (ولادت ۱۱۱۴ھ/ وفات ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء) ہیں۔

ان دونوں کے عقائد ومعمولات وہی ہیں، جو خیر القرون کے عقائد ومعمولات تھے، گیارہویں اور بارہویں صدی ہجری تک (جو ان دونوں بزرگوں کی صدی ہے) وہابیت کا فتنہ یہاں نہیں آیا تھا۔ تیرہویں صدی ہجری میں خاندان ولی اللٰہی کے ایک فرد یعنی شاہ صاحب کے پوتے اسماعیل دہلوی کے ذریعہ ہندوستان میں وہابیت درآمد ہوئی۔ فرنگی آقاؤں نے مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے کے لئے اس خانوادے کا انتخاب اس وجہ سے کیا کہ ہندوستان کے مسلمانوں پر اس کے زبردست مذہبی وعلمی اثرات تھے، مگر اسی خاندان کے بزرگوں نے اسماعیل کے نظریات کی مخالفت شروع کردی، اس لئے خاطر خواہ وہابیت نہ

پھیل سکی، ہاں وہابیت کا بیج ضرور پڑ گیا۔ اور کچھ مخصوص ایمان فروش قسم کے لوگ اسماعیل دہلوی کے جال میں ضرور پھنس گئے۔ جن کی مساعی سے وہابیت برگ وبار لائی۔ بعد میں وہابی علماء میں دو گروپ ہو گیا۔ ایک وہ جو تقلید کا منکر تھا۔ اس کی قیادت میاں نذیر حسین دہلوی وغیرہ نے کی اور دوسرا وہ جو تقلید کا قائل تھا۔ اس کی قیادت دیوبند کے قاسم نانوتوی اور رشید احمد گنگوہی وغیرہ نے کی۔

یہ دونوں ہی گروپ اسماعیل دہلوی کے بعد اپنے کو فکر ولی اللّٰہی سے جوڑنے کی کوشش میں لگ گئے، اور اپنی وہابی فکر کو فکر ولی اللّٰہی سے ہم آہنگ بتا کر فائدہ اُٹھانے لگے۔

مقصد وہی تھا کہ شاہ ولی اللہ صاحب کا علماء وعوام پر جو اثر تھا، اس کو کام میں لاکر اپنی نئی وہابی فکر کو مقبول بنایا جائے۔ اور علماء وعوام آسانی سے اس نئی فکر کو اپنالیں، چنانچہ وہابیت نے ایسا کر کے خوب فائدہ اُٹھایا اور اب بھی اُٹھا رہی ہے، آج بھی غیر مقلد اور دیوبندی دونوں فرقے فکر ولی اللّٰہی کا شارح و ترجمان اور علمبردار ہونے کا دم بھر رہے ہیں۔

جب کہ واقعہ یہ ہے کہ یہ محض فریب اور خیانت ہے، وہابی فکر اور ولی اللّٰہی فکر میں کوئی بھی جوڑ نہیں ہے۔ شاہ صاحب سے فکری رشتہ جوڑنے کے لئے وہابیوں نے وہ سب کام کئے، جو شیطان بھی کرتے ہوئے شرماتا ہوگا۔

وہابیوں کی حرکت

شاہ صاحب کی فکر صحیح معنوں میں وہ ہے، جو ان کی کتاب ''القول الجلی''، انفاس العارفین'' اور ''فیوض الحرمین'' میں ہے۔ مگر ان ظالموں نے اوّل الذکر دو کتابوں کو ڈیڑھ سو سال تک چھپائے رکھا اور شاہ صاحب کے نام سے کئی جعلی کتابیں لکھ کر ان کے نام منسوب کر دیں، اور جو کتابیں چھپ رہی تھیں ان میں حسب منشاء حذف والحاق اور تحریف و ترمیم کر کے شاہ صاحب پر ایسے افکار وعقائد تھوپ دیئے جو ان کے حقیقی افکار وعقائد کے بالکل متضاد تھے۔

مولانا محمود احمد برکاتی مصنف ''شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان'' کے حوالے سے القول الجلی کے مقدمہ نگار شاہ ابوالحسن زید فاروقی لکھتے ہیں:-

''ان حضرات (علمائے خاندان ولی اللّٰہی) کی تالیفات کی کمیابی اور نایابی اور ان میں تحریفات کا سلسلہ تو سقوط دہلی سے پہلے ہی شروع ہو چکا تھا اور بارہ کتابوں کے متعلق لکھا ہے کہ خاکسار کے علم میں ان کتابوں کا کوئی مخطوطہ نہیں ہے، اور لکھا ہے کہ شاہ صاحب کے مصنفات کو نایاب کر کے دوسرا قدم یہ اُٹھایا گیا کہ اپنے مصنفات کو شاہ صاحب کی طرف منسوب کر دیا اور اپنے نظریات کی تبلیغ شاہ صاحب کے نام سے کی گئی، آپ نے (۱) البلاغ المبین (۲) تحفۃ الموحد (۳) اشارہ مسترہ (۴) قول سدید کے نام لکھے ہیں۔ اور لکھا ہے کہ مکمل رسائل وکتب تصنیف کر کے شاہ صاحب کی طرف منسوب کر دینے کے علاوہ ایک ہلاکت خیز حرکت یہ کی گئی کہ شاہ صاحب کی تالیف میں جا و بے جا ترمیم واضافہ اور تحریف بھی کر دی گئی اور دس بارہ سطر کے بعد لکھا ہے، یہی معاملہ شاہ صاحب کے اخلاف کرام کی تالیف کے ساتھ کیا گیا۔

فاروقی صاحب آگے لکھتے ہیں:- مولانا برکاتی نے البلاغ المبین وغیرہ کا ذکر کر کے لکھا ہے مندرجہ رسائل میں اہل سنت وجماعت کے نظریات سے متضاد نظریات اور وہ متشددانہ افکار پیش کئے گئے ہیں، جن کو یہ حضرات (وہابیہ) تمسک بالکتاب والسنۃ کا نام دیتے ہیں اور جو ''کتاب التوحید'' (از محمد بن عبدالوہاب نجدی) کی بازگشت ہیں۔ اس طرح شاہ صاحب سے احناف کو، جن کی برصغیر میں اکثریت ہے بدظن کرنے کی کوشش کی گئی۔

(مقدمہ القول الجلی اُردو، ص:۵۷)

آگے مولانا سید محمد فاروق القادری مترجم کتاب ''انفاس العارفین'' کی تقدیم ص:۲۸ کے حوالے سے لکھتے ہیں:-

اس امر کی طرف ''سید ظہیر الدین احمد'' (ولی اللّٰہی، حفید حضرت شاہ صاحب) نے اشارہ کیا ہے کہ صرف جعلی کتابیں ہی نہیں بلکہ الحاقات بھی ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر شاہ صاحب کی تفہیمات کی یہ الحاقی عبارت پیش کی جاسکتی ہے، جو ان کی ساری تعلیمات میں

ہما، ے محققین کو سب سے پہلے نظر آتی ہے۔ حالانکہ شاہ صاحب کے دوسرے نظریات سے وہ کوئی مناسبت نہیں رکھتی (اور پھر تحریف کرنے والوں کی یہ الحاقی عبارت لکھی ہے) (ہم ترجمے پر اکتفا کرتے ہیں۔ فروغ)

الحاق کی مثال

ہر وہ شخص جو کسی حاجت کے لئے شہر اجمیر یا سالار مسعود کی قبر کو (بہرائچ) جائے یا ان سے مشابہ کسی دوسرے جگہ جائے اس نے گناہ کیا، جو قتل کرنے اور زنا کرنے سے بڑا گناہ ہے کیا وہ اس شخص کی طرح نہیں ہے جو بنائی ہوئی چیزوں کی عبادت کرتا ہے یا جو کہ لات وعزیٰ کو پکارتا ہے۔ (ایضاً،ص:۵۸)

اس جعلی عبارت کا الحاق ثابت کرنے کے لئے ہم ''القول الجلی'' سے صرف ایک اقتباس نقل کر رہے ہیں ''القول الجلی'' شاہ صاحب کے حالات اور عقائد ونظریات ومعمولات پر مبنی کتاب ہے، جو شاہ صاحب کے خصوصی مسترشد اور سکریٹری اور ان کی بیشتر تصانیف کے املا کرنے والے حضرت شاہ محمد عاشق علی پھلتی کا یہ بیان کافی ہے کہ ''کوئی بات اس کتاب میں ایسی میں نے نہیں لکھی، جس کو میں نے آنجناب (شاہ ولی اللہ صاحب) سے مکرر سہ کرر عرض نہیں کردی اور وہ شرف اصلاح سے مشرف نہ ہوگی۔ (القول الجلی اُردو، ص:۱۱۶)

مزارات پر شاہ صاحب کی حاضری

شاہ عاشق پھلتی افادہ کے تحت فرماتے ہیں: جب حرمین شریفین زادھما اللہ شرفا وتعظیما کے سفر مبارک کی خواہش دامن گیر ہوئی اور عزم مبارک پختہ ہوگیا، تو ۸ ربیع الآخر ۱۱۴۳ھ کو اپنے بڑے ماموں شیخ عبید اللہ سلمھم اللہ تعالیٰ کی ہمراہی میں براہ ''لاہور'' روانہ ہوئے، اس سفر پر ظفر میں جہاں کہیں بھی کسی ولی کا مزار ہوتا وہاں جاتے اور تھوڑی دیر ٹھہرتے اور اس کو جس قسم

کی نسبت حق سے ہوتی وہ آپ کو مکشوف ہوتی اس کو بالتفصیل بیان فرماتے، جب ''پانی پت'' پہونچے حضرت شاہ ''بوعلی قلندر'' اور شاہ ''شمس ترک پانی پتی'' وشاہ ''جلال'' قدس اللہ اسرارہم کے مزارات پر حاضری دی بعد ازاں ''سرہند'' پہونچ کر حضرت مجدد شیخ احمد سرہندی'' رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے، وہاں سے لاہور حضرت شیخ ''علی ہجویری'' قدس سرہٗ کے مزار پر حاضری دی، پھر ''ملتان'' پہنچ کر مخدوم ''بہاء الدین'' وشاہ ''رکن عالم'' قدس سرہما کے مزارات پر تشریف فرما ہوئے اور تمام اہل قبور کے احوال ایک ایک کر کے بیان فرمائے، شہر ''ملتان'' میں اکثر طالب علموں نے شرف بیعت حاصل کر کے شغلِ طریقت حاصل کئے، بعض تو آپ کی ایک ہی توجہ مبارکہ سے مرتبۂ خودی پر پہنچ گئے اور ایک مدت کے بعد ہوش میں آئے۔

(القول الجلی اُردو، ص:۱۴۸)

یہ اقتباس خائن وظالم اور فریبی وبے حیا وہابیوں کے منہ پر زناٹے دار طمانچے سے کم نہیں ہے، دونوں اقتباسوں کو ایک بار پھر پڑھئے اور غور کیجئے، ہم کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتے، اسی ایک خیانت وفریب اور جعل سازی سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مظلوم شاہ صاحب پر اور کتنے ظلم ڈھائے گئے ہوں گے، بشمول عدم تقلید وہ تمام معتقدات جو شاہ صاحب کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں ان سب کی حقیقت ظاہر کرنے کی ضرورت ہے، یارولی کی کارستانی کا ایک نمونہ ملاحظہ کرکے مولانا ''محمود احمد برکاتی'' کی یہ بات کافی اہمیت کی حامل اور توجہ کے لائق معلوم ہوتی ہے کہ کتاب (القول الجلی) جن حقائق پر مشتمل ہے وہ نہ صرف نئے بلکہ چونکا دینے والے بھی ہیں.....شاہ صاحب کے کلامی وفقہی مسلک اور اندازِ فکر کے متعلق اب تک ہمارا جو تاثر رہا ہے، کتاب کے مطالعے کے بعد ایک طبقہ کے لئے شاہ صاحب کی شخصیت میں جاذبیت بڑھ جائے گی، تو دوسرے طبقے (وہابیوں) کو شاہ صاحب سے اپنی نسبت خاطر اور وابستگی پر نظر ثانی کی ضرورت محسوس ہوگی۔

(القول الجلی کی بازیافت مشمولہ القول الجلی اُردو، ص:۳۵)

دار العلوم وقف دیوبند کے شیخ الحدیث مولانا انظر شاہ کشمیری نے غالباً مولانا برکاتی کے مشورے پر عمل کر کے نظر ثانی کر لی ہے، کیونکہ وہ فرماتے ہیں:-

"دیوبندیت کو ولی اللہی فکر کا سرچشمہ قرار دینے میں مجھے تامل ہے۔"

(ماہنامہ البلاغ کراچی، مارچ ۱۹۶۹ء، ص: ۴۸)

شاہ صاحب کے حقیقی نظریات

جو شخص شاہ صاحب کے حقیقی عقائد ونظریات دیکھنا چاہے اسے خاص طور سے "انفاس العارفین" اور "القول الجلی" کا مطالعہ کرنا چاہئے، ان دونوں کتابوں میں علم غیب، توسل، استغاثہ، نداء یا رسول اللہ، شفاعت، سفر زیارت، میلاد عرس بیعت، چلہ کشی، مراقبہ، کشف وکرامت، تصرف باطنی اور تقلید کے ثبوت کثرت سے ملیں گے، جو سراسر وہابیت کے منافی ہیں، اسی لئے بعض اعیان وہابیہ شاہ صاحب سے اندر ہی اندر کڑھا بھی کرتے تھے "سید سلیمان ندوی" "خلیفہ" "اشرف علی تھانوی" نے مولوی "مسعود عالم ندوی" غیر مقلد کو ایک خط لکھا تھا:-

شاہ ولی اللہ کا مطالعہ بڑی احتیاط سے کرنا چاہئے، کیونکہ کہیں کہیں وہ کفر کی حدود تک پہنچ گئے ہیں۔

(رسالہ الرحیم، ص: ۶۲۷، فروری ۱۹۸۶ء بحوالہ مقدمہ القول الجلی، ص: ۶۱-۶۲)

ندوی صاحب کے "کہیں کہیں" سے مراد یہی اہل سنت کے عقائد ہیں جو وہابی مذہب میں کفر وشرک گردانے جاتے ہیں۔

شاہ صاحب اور تقلید

شاہ صاحب سے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ تقلید کے قائل نہیں تھے مگر بات خلاف واقعہ معلوم ہوتی ہے، اس لئے کہ شاہ صاحب لکھتے ہیں:

جب ہند اور ماوراء النہر کے شہروں میں کوئی بے علم شخص ہو اور وہاں کوئی شافعی، مالکی اور حنبلی عالم نہ ہو اور ان مذاہب کی کوئی کتاب بھی نہ ہو تو اس پر امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تقلید واجب ہے اور اس پر حرام ہے کہ امام کے مذہب کو ترک کرے، کیونکہ وہ اس وقت شریعت کا قلادہ اُتار پھینکے گا اور بے کار اور مہمل رہ جائے گا۔ (الانصاف، ص: ۳۲)

ایک اور مقام پر شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں:-

(دوران مکاشفہ) مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتایا کہ مذہب حنفی کا طریقہ تمام طریقوں میں سب سے زیادہ سنت معروفہ (احادیث) کے موافق ہے۔ (فیوض الحرمین ص: ۴۸)

ایک اور شہادت دیکھئے، شاہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں!

یہ چاروں فقہی مذاہب جو اس وقت رائج ہیں، ان میں سے کسی ایک کی تقلید پر زمانہ قدیم سے لے کر آج تک امت اسلامیہ کا اتفاق رہا ہے۔ اور اس میں بڑی مصلحتیں ہیں، بالخصوص ہمارے اس دور میں تو اس پر عمل کرنا بہت ضروری ہے، کیونکہ آج کل عقلوں میں کوتاہی آچکی ہے۔ اور لوگوں کے دلوں میں خواہشات نفسانیہ بھری ہوئی ہیں، اور ہر شخص اپنی عقل اور سمجھ کو سب سے بہتر سمجھتا ہے اس لئے ان مذاہب میں سے کسی ایک کی تقلید ضروری ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ، ج: ۱، ص: ۱۵۴)

تقلید

تقلید کی ضرورت

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ہر چیز کا شرعی حکم قرآن وحدیث میں صراحۃ مذکور نہیں ہے، بعض احکام اجتہاد ہی کے ذریعہ معلوم ہو سکتے ہیں۔ اس لئے اجتہاد کی ضرورت مسلم ہے اور اجتہاد کی ترغیب قرآن مجید میں دی گئی ہے:

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (سورۂ نحل:۴۴)

''اور ہم نے آپ کی طرف قرآن اتارا تا کہ آپ لوگوں سے وہ باتیں بیان کردیں جو ان کے پاس بھیجی گئی ہیں، اور تا کہ وہ بھی غور وفکر کریں۔''

جن باتوں میں غور وفکر کی ترغیب دی گئی ہے، وہ وہی اجتہادی مسائل ہیں، جن میں مجتہدین اجتہاد فرماتے ہیں۔

ایک بات اور بھی ہے کہ ہر ایک مسلمان عالم نہیں ہوتا۔ یا عالم ہوتو اتنا بڑا عالم نہیں ہوتا اور نہ ہر ایک عالم کے پاس اتنی زیادہ ذہانت وفقاہت ہی ہوتی ہے کہ وہ خود سے اجتہاد کر کے حکم شرعی معلوم کر سکے، اس لئے اسے دوسرے سے دریافت کر کے اس کی تقلید کرنی پڑے گی۔ قرآن میں دریافت کرنے کا حکم بھی موجود ہے۔

فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (سورۂ انبیاء:۷)

اگر تم نہ جانتے ہو تو جان کاروں سے پوچھ لیا کرو۔

حدیث میں بھی پوچھنے کی بات کہی گئی ہے۔

إِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّوَالُ

عاجز کی شفا پوچھنے میں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ عام مسلمان جو قرآن وحدیث سے براہ راست شرعی احکام کا استخراج نہیں کر سکتے، انہیں کسی مجتہد سے وابستہ رہنا یعنی اس کی تقلید کرنا ضروری ہے۔

تقلید کا مطلب:

تقلید کا لغوی معنی، گلے میں پٹہ ڈالنا ہے۔

تقلید کا شرعی معنی، دلیل میں نظر کئے بغیر غیر کی بات پر عمل کرنا، [التعریفات للجرجانی، ص:۶۴] یعنی شرعی احکام جیسے نماز، روزہ، حج اور زکوۃ وغیرہ مسائل میں کسی مجتہد کے اجتہاد پر عمل کرنا۔

تقلید کس پر واجب ہے:

مکلف مسلمان دو طرح کے ہوتے ہیں (۱) مجتہد (۲) غیر مجتہد (مقلد)

مجتہد : وہ ہے جس میں اس قدر علمی لیاقت ہو کہ قرآنی اشارات ورموز سمجھ سکے اور کلام کے مقصد کو پہچان سکے، اس سے مسائل نکال سکے، ناسخ ومنسوخ کا پورا علم رکھتا ہو، علم صرف ونحو وبلاغت وغیرہ میں اس کو پوری مہارت حاصل ہو، احکام کی تمام آیتوں اور احادیث پر اس کی نظر ہو، اس کے علاوہ ذکی اور خوش فہم ہو۔ [تفسیرات احمدیہ وغیرہ بحوالہ جاء الحق ۲]

غیر مجتہد یا مقلد : جو مسلمان مذکورہ اوصاف کا حامل نہ ہو وہ غیر مجتہد اور مقلد ہے، جس پر مجتہد کی تقلید ضروری ہے۔

تقلید شخصی واجب ہے:

فقہ اسلامی کے چار اماموں امام اعظم ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل، امام شافعی اور امام مالک میں سے کسی ایک معین کی تقلید واجب ہے، اور نجات والا گروہ اب انہیں چار مذاہب میں منحصر ہے۔

علامہ سید احمد طحطاوی مصری فرماتے ہیں:

هذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم فی مذاهب اربعة وهم الحنفيون والمالكيون والشافعيون والحنبليون رحمهم اللّٰه تعالیٰ ومن كان خارجا عن هذه الاربعة فی هذا الزمان فهو من اهل البدعة والنار"

"اور یہ نجات والا گروہ اب چار مذاہب میں مجتمع ہے، حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی، اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت نازل فرمائے، اس زمانے میں ان چار سے باہر ہونے والا بدعتی اور جہنمی ہے۔"

[حاشیہ الطحطاوی علی الدر ج:۴، ص:۱۵۳، بحوالہ فتاویٰ رضویہ، مترجم ج:۶، ص:۶۷۱]

امام غزالی علیہ الرحمہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

"مخالفته للمقلد متفق على كونه منكرا بين المحصلين"

"تمام منتہی فاضلوں کا اجماع ہے کہ مقلد کا اپنے امام مذہب کی مخالفت کرنا شنیع اور واجب الانکار ہے"۔ (فتاویٰ رضویہ مترجم ج:۶، ص:۷۰۶)

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:

"بعد المأتين ظهر بينهم التمذهب للمجتهدين باعيانهم وقل من كان لا يعتمد على مذهب مجتهد بعينه"

ترجمہ: "دوصدی کے بعد مسلمانوں میں تقلید شخصی نے ظہور کیا کم کوئی رہا جو ایک امام معین کے مذہب پر اعتماد نہ کرتا ہو۔"

[الانصاف، ص:۵۹ بحوالہ فتاویٰ رضویہ مترجم ج:۶، ص:۷۰۳، ۷۰۴]

اس دور میں چار ہی اماموں میں کسی ایک امام کے مذہب کی تقلید واجب ہونے کی وجہ غیر مقلدین کے معتمد قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی تفسیر مظہری میں یہ بیان کی ہے:

"اہل سنت تین چار قرن کے بعد ان چار مذاہب پر منقسم ہو گئے اور فروعی مسائل میں ان مذاہب اربعہ کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہا۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم ج:۶، ص:۷۰۵)

یہی بات شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ بھی بیان فرماتے ہیں:

"تبع تابعین کے دور میں حوادث و واقعات اور مسائل بکثرت پیدا ہوئے، اجتہاد کی کثرت ہوئی، احادیث اور مسائل فقہیہ میں اختلاف عام ہوا، اس وقت مشہور چار اماموں کے علاوہ بہت سے مجتہدین تھے، لیکن مشرق و مغرب میں چار اماموں کے پیروکار ہی باقی رہے، مغرب کے تمام لوگ مالکی ہیں، ان میں کوئی بھی غیر مالکی نہیں، روم، ماوراء النہر (وسط ایشیائی ممالک) اور ہندوستان کے تمام باشندے حنفی ہیں، ان میں کوئی بھی غیر حنفی نہیں ہے، (الا ماشاء اللہ) دوسرے ممالک میں شافعیہ اور حنابلہ ملے جلے ہیں، البتہ شافعیہ کی اکثریت ہے۔"

(تعارف فقہ و تصوف، تصنیف: شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ترجمہ: علامہ عبدالحکیم شرف قادری ص:۲۰۲، ۲۰۳)

چاروں مذاہب فقہ حق ہیں:

شیخ محقق فرماتے ہیں:

"تمام مجتہدین صواب پر ہیں اور تمام مذاہب عمل کے اعتبار سے حق ہیں، جیسے کہ ہر مجتہد مصیب ہے، اور اپنے اجتہاد کے فیصلے پر عمل کرنے کا پابند ہے، یہی ہر مجتہد کے مقلدین کا حال ہے۔" (ایضاً ص:۲۹۹)

چاروں مذاہب کی مثال:

شیخ فرماتے ہیں:

"یہ حکم، مسائل فرعیہ (نماز، روزہ، حج اور زکوۃ وغیرہ مسائل) میں ہے، جہاں تک اصول اعتقادیہ کا تعلق ہے، ان پر چاروں امام متفق ہیں، فللّٰہ الحمد۔ نظر انصاف میں چاروں مذہبوں کی مثال ایک گھر کے چار دروازوں کی ہے، انسان جس دروازے سے داخل ہو، گھر تک پہنچ جائے گا"۔ (ایضاً ص:۲۹۹)

غیر مقلدین کے لئے لمحہ فکریہ:

غیر مقلدین، جو تقلید کے منکر و مخالف ہیں، وہ بھی تقلید پر مجبور ہیں، کیوں کہ تقلید ایک فطری ضرورت ہے، جس سے چاہ کر بھی چھٹکارا نہیں مل سکتا، ہر آدمی بہر حال مقلد ہے، چاہے اپنے کو غیر مقلد ہی کہتا ہو، ایک غیر مقلد عالم نواب وحید الزماں حیدر آبادی (متوفی ۱۳۴۸ھ/۱۹۲۹ء) کو اپنے غیر مقلد بھائیوں سے اسی چیز کا شکوہ ہے کہ وہ غیر مقلد ہو کر بھی تقلید کرتے ہیں۔

ہمارے اہل حدیث (غیر مقلد) بھائیوں نے ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ/۱۳۲۸ء) ابن قیم (متوفی ۷۵۱ھ/۱۳۵۰ء)، شوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴ء) اور شاہ ولی اللہ (متوفی ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) اور مولوی اسماعیل صاحب (متوفی ۱۲۴۷ھ/۱۸۳۱ء) کو دین کا ٹھیکیدار سمجھ رکھا ہے، جہاں کسی مسلمان نے ان بزرگوں کے خلاف کسی قول کو اختیار کیا، بس اس کے پیچھے پڑ گئے، اور برا بھلا کہنے لگے...... بھائیو! ذرا غور تو کرو اور انصاف کرو جب تم نے ابو حنیفہ، شافعی کی تقلید چھوڑی تو ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی جوان سے بہت متاخر ہیں، ان کی تقلید کی کیا ضرورت ہے؟

فروغ احمد اعظمی مصباحی

ساکن کریم الدین پور، گھوسی، ضلع مئو یوپی

استاذ دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، ضلع بستی

۱۷ رجب ۱۴۲۱ھ/۱۶ اکتوبر ۲۰۰۰ء

پیغام اعلیٰ حضرت

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

پیارے بھائیو! تم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھالی بھیڑیں ہو بھیڑیئے تمہارے چاروں طرف ہیں یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکا دیں تمہیں فتنے میں ڈال دیں تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں ان سے بچو اور دور بھاگو دیوبندی ہوئے، رافضی ہوئے، نیچری ہوئے، قادیانی ہوئے، چکڑالوی ہوئے، غرض کتنے ہی فتنے ہوئے اور ان سب سے نئے گاندھوی ہوئے جنہوں نے ان سب کو اپنے اندر لے لیا یہ سب بھیڑیئے ہیں تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں ان کے حملوں سے اپنا ایمان بچاؤ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، رب العزت جل جلالہ کے نور ہیں حضور سے صحابہ روشن ہوئے، ان سے تابعین روشن ہوئے، تابعین سے تبع تابعین روشن ہوئے، ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے ان سے ہم روشن ہوئے اب ہم تم سے کہتے ہیں یہ نور ہم سے لے لو ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو وہ نور یہ ہے کہ اللہ و رسول کی سچی محبت ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت جس سے خدا اور رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اس سے جدا ہو جاؤ جس کو بارگاہ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو، اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔

(وصایا شریف ص ۱۳ از مولانا حسنین رضا)

فروغ اہلسنّت کے لئے......امام اہلسنّت کا دس نکاتی پروگرام

۱۔ عظیم الشان مدارس کھولے جائیں، باقاعدہ تعلیمیں ہوں۔

۲۔ طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں۔

۳۔ مدرسوں کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کارروائیوں پر دی جائیں۔

۴۔ طبائع طلبہ کی جانچ ہو جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دے کر اس میں لگایا جائے۔

۵۔ ان میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دے کر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً و تقریراً و وعظاً و مناظرۃً اشاعت دین و مذہب کریں۔

۶۔ حمایت مذہب و ردِ بدمذہباں میں مفید کتب و رسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں۔

۷۔ تصنیف شدہ اور نو تصنیف شدہ رسائل عمدہ اور خوشخط چھاپ کر ملک میں مفت تقسیم کیے جائیں۔

۸۔ شہروں شہروں آپ کے سفیر نگران رہیں جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظرہ یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں، آپ سرکوبی اعداء کے لئے اپنی فوجیں، میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں۔

۹۔ جو ہم میں قابل کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں وظائف مقرر کر کے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انہیں مہارت ہو لگائے جائیں۔

۱۰۔ آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت و بلاقیمت روزانہ یا کم سے کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔

حدیث کا ارشاد ہے کہ "آخر زمانہ میں دین کا کام بھی درم و دینار سے چلے گا" اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق و مصدوق ﷺ کا کلام ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۲، صفحہ ۱۳۳)